

ارمغانِ پیش

خالی

فہرست مضمایں

۲۳ ہمدردی اور ایثار
۲۵ پاکیزہ نقشی
۲۶ جوش ایمان
۲۷ بچوں کا جوش ایمان
۲۸ قرض خواہ سے برتاو
۲۹ حسن سلوک
۳۰ حق گوتی و جرأت
۳۱ آزادی رائے
۳۲ صابرہ خاؤن
۳۳ قروں اولیٰ کے حاکم
۳۴ ایک مجرم کا شوقی جہاد
۳۵ مسلمان عورتوں کا دینی جذبہ اور جوش ایمان
۳۶ امام ابو عصیفہؒ کی بنیازی
۳۷ دیانتداری کی حد
۳۸ قوی امانت
۳۹ جزیہ اور اسلامی حکومت
۴۰ گدگری ایک لعنت ہے
۴۱ غلاموں پر شفقت
۴۲ ڈپلن (ضبط) کی بنیظیر مثال
۴۳ خودداری
۴۴ حاکم کے اعمال کی پیش تال
۴۵ تواضع اور سادگی

مضایں

صفحہ نمبر	مضایں
۹ مسلمان بچوں کا شوقی جہاد
۹ حب رسول ﷺ
۱۰ اطاعت
۱۱ فرمانبرداری کی ایک اور مثال
۱۲ ابتدائی مسلمانوں کا استقلال
۱۳ عنواعم
۱۴ قوم کا سرد اور قوم کا خادم ہوتا ہے
۱۵ بنت رسول ﷺ کا اخلاق
۱۵ خلیفہ کی پاسبانی
۱۶ ایک غلام کے الفاظ کا پاس
۱۷ دوست حق
۱۸ ایمان حکم
۱۹ انصاف
۲۰ ایک بُھیا کی شوقی جہاد
۲۱ ایک بُھیا کی اسلامی خدمت
۲۲ گورنری اور درویشی
۲۳ غلاموں سے حسن سلوک
۲۴ امتیاز بگانہ و بیگانہ

۶۱	مومن کی علامت
۶۱	منافق کی نشانیاں
۶۱	فقہ اور کفر
۶۱	بیعت کی شرطیں
۶۱	مردی چیزیں میں
۶۲	ہاتھ سے کا کر کھانا
۶۲	مسلمان سے بھلاکی کرنا
۶۲	بھائی کی امد
۶۲	معافی
۶۳	جھگڑا الودا ہے
۶۳	چہاد
۶۳	مجاہدین کو نصیحت
۶۳	عورت کو قتل نہ کرنا
۶۴	والدین کی خدمت
۶۴	تمن نیکیاں
۶۴	مسکینوں کی امداد کرنا
۶۴	بڑھوں پر عنایت
۶۴	پچھل پر شفقت
۶۵	آداب و تواضع
۶۵	ڈشمنوں پر رحم
۶۵	ہمایہ سے نیک سلوک
۶۵	اخلاقی رذیله

۶۱	سچائی کی فتح
۶۳	قصور کا اعتراض
۶۳	حضرت علی المرتضیؑ کی جوانروی اور جاثواری
۶۴	اسلام کیلئے ایک نوجوان کا ایثار
۶۴	حضرت صفیہؓ کی بہادری
۶۷	تمنے شہادت
۶۷	پابندی سنت
۶۹	حق گوئی و بے باکی
۶۹	قیدیوں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم
۷۰	عدل و انصاف کی بنیظیر مثال
۷۰	عورت کیلئے سب سے بڑی نیکی
۷۳	زہد و قاتعت
۷۳	صحبت کا اثر
۷۴	ایفاۓ عہد
۷۴	مہمان نوازی
۷۴	خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ کا عدل
۷۸	پرہیزگاری کا نمونہ
۷۸	ارشاداتِ نبوی ﷺ
۷۰	اخلاقی حسن کی فضیلت
۷۰	چار رزیں نصیحتیں
۷۰	نیک سلوک
۷۰	مسلمان کی نشانی

خالی

۶۶	خیوانات سے ہمدردی
۶۶	خدا کے سایہ میں کون ہوگا
۶۶	بیوی سے خشن سلوک
۶۷	فوجی جریلوں کو حکم
۶۷	ڈشمنوں سے سلوک
۶۷	جنگی قید پول سے سلوک
۶۷	حاکموں اور عاملوں کو ہدایت
۶۸	گالی دینا
۶۸	زرمی کرنا
۶۸	کسی کو کافرنہ کھو
۶۸	پھل خوری
۶۸	حسد اور لفظ
۶۹	سچ بولنا
۶۹	خوش خلقی
۶۹	عفت
۶۹	تحسب سے پچھ
۶۹	تقوی اور خوش خلقی
۷۰	غیبت سے پچھ
۷۰	کارہائے ڈواب
۷۰	پسندیدہ کلام

مسلمان بچوں کا شوقِ جہاد

جگِ أحد کا ذکر ہے کہ جب قریش مکہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو حضور پاک ﷺ سات سو مجاہد کے ہمراہ شہر سے تشریف لائے۔ جب آنحضرت ﷺ نے فوج کا جائزہ لیا تو اس میں کچھ کم سن بچے تھے۔ جن کو واپس کر دیا گیا۔ مگر ان بچوں کی جانب ری کا یہ عالم تھا کہ جب انہیں کسی کی وجہ سے واپس جانے کو کہا جاتا تو وہ نہایت بے قراری سے الجا کرتے کہ انہیں میدانِ جنگ میں جانے اور شہزاد اسلام سے دودو ہاتھ کرنے کا موقع دیا جائے۔

ان بچوں میں ایک نوجوان رافع بن خدیج تھا۔ جب اس سے کہا گیا کہ تم عمر میں چھوٹے ہو تو وہ اپنے بچوں کے مل کھڑا ہو گیا تاکہ اس کا قد انجام ہو جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کے شوقِ جہاد کو دیکھ کر اسے میدان میں جانے کی اجازت دے دی۔

اس کے بعد ایک بچے سرہ کی باری آئی۔ وہ بھی رافع کا ہم عمر تھا۔ لیکن اسے اجازت نہ ملی۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ ”میں رافع کو پچاڑ سکتا ہوں۔ اگر اسے اجازت دی گئی تو مجھے بھی اجازت نہیں چاہیے۔“ وہ رافع کے ساتھ کشتی لڑنے کیلئے تیار ہو گیا اور جب دونوں کا مقابلہ کرایا گیا تو سرہ نے رافع کو چاروں شانے چٹ گرایا۔ اب اس کو بھی اجازت مل گئی اور وہ اچھلاتا کو دتا دوسرے مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گیا۔

حُبِ رسول ﷺ

جگِ أحد میں مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابی اس میں شہید ہوئے۔ اور یہ بھی مشہور ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ بھی شہید ہو گئے۔ جب یہ دھشت ناک خبر مدینہ منورہ پہنچی تو عورتیں پریشان ہو کر گھروں سے فلک پڑیں تاکہ میدانِ جنگ سے واپس آنے والے سپاہیوں سے دریافتِ حال کریں۔ ایک عورت کا باب، بھائی، خاوند اور دو بیٹے اس جگ میں شریک تھے۔

اس عورت نے بیتابی میں سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ حضور ﷺ کیسے ہیں۔ مجھ میں سے ایک

شخص نے اسے کہا تھا راخاوند شہید ہو گیا۔ اس نے اَنَا لِلّهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور پھر پوچھا حضور ﷺ کے متعلق مجھے کہہ بتاؤ۔

ایک دوسرے آدمی نے کہا تیرا باپ اور بھائی میرے ہمراہ تھے، افسوس وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس نے پھر اَنَا لِلّهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور بے قراری میں پوچھا حضور ﷺ کو تکمیل کیا ہے؟ پھر ایک اور آدمی نے اس کے دونوں بیٹوں کے ذمی ہونے اور ترپ ترپ کر میدانِ جنگ میں جان دینے کا المناک واقع پیان کیا۔ ایماندار عورت کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھیزی لگ رہی تھی لیکن وہ حضور پاک ﷺ کی خبریت دریافت کرتی جا رہی تھی۔

استثنے میں ایک آدمی نے کہا ”کہ وہ حضور پاک ﷺ نے تشریف لارہے ہیں۔“ اسے پھر بھی اطمینان نہ ہوا اور دوڑتی ہوئی مجمع میں گئی تاکہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے آنکھوں کو خشنا کرے۔ حضور پاک ﷺ نے اسے دیکھ کر اس کے خاوندِ باپ، بھائی اور بیٹوں کی شہادت پر اس سے اٹھاہر ہمدردی فرمایا۔ اس عورت نے حضور اکرم ﷺ کا دامن پکڑ کر عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں جب آپ ﷺ زندہ اور سلامت ہیں تو مجھے کسی کی ہلاکت کا غم نہیں۔“

اطاعت

رسول خدا ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ کے اتنے فرمادار اور اطاعت گزار تھے کہ حضور اکرم ﷺ کے اشارہ پر اپنی گردیں کٹوانے کو تیار رہتے۔ حکم کی تقلیل تو درکنار جب وہ دیکھتے کہ کوئی چیز حضور اکرم ﷺ کو پسند نہیں تو فوراً اس کو جدا کر دیتے۔ اُن کا یہ ایمان تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی خشنودی دین اسلام ہے اور ان کی ہر وقت یہ خراہش رہتی کہ ان سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جو حضور اکرم ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص پیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر پر جا رہے تھے۔ جب میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے اوپر ایک چادر تھی جو سُم کے رنگ میں رکھی ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا ”عبد اللہ یہ کیا اور ڈھر کھا ہے؟“ مجھے

اکرم ﷺ کا گز راس راستہ سے ہوا تو وہ مکان وہاں موجود نہ تھا۔ آپ ﷺ کے دریافت فرمانے پر صحابہؓ نے تمام واقعہ کا ذکر کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہر قیرار آدمی پر دبال ہے مگر وہ تمیر جو مجبوری اور سخت ضرورت سے ہو۔“

ابتدائی مسلمانوں کا استقلال

قریش صرف آنحضرت ﷺ کو بچک نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ہر وہ شخص جو اسلام قبول کرتا ان کے ظلموں کا تجھیہ مشق ہن جاتا۔ ان نو مسلموں کو گرم ریت پر لٹایا جاتا اور ان کی چھاتی پر پتھر کھدیتے جاتے لو ہے کوآگ میں گرم کر کے ان کے جسم پر داغ دیتے جاتے، ان کا مال و اسباب ان سے چھین لیا جاتا اور ان کے کار و بار کا بایکاٹ کیا جاتا۔ یہ لوگ تمام تکلیفیں برداشت کرتے یہیں اسلام سے مدد نہ پہراتے۔

جب حضرت خبّابؓ اسلام لائے تو قریش نے انہیں سخت پیٹا۔ کوئی جلا کر زمین پر بچادریے گئے اور ان کو چوت لٹا دیا گیا۔ ایک شخص ان کی چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا تاکہ وہ کروٹ نہ بدل سکتی۔ یہاں تک کہ ان کی پیٹھے جل کر کباب ہو گئی۔

آن سے کہا گیا کہ اسلام چوڑ دو اور محمد ﷺ کا انکار کر دیکھنے! اور ان کی پیٹھے جل کر کباب ہو رہی تھی اور ان کی زبان سے اٹھہڈا آن لاءُ اللہُ إِلَّا اللّهُ وَإِلَّا هُوَ أَكْبَرُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللّهِ کا نعرہ جاری تھا۔ حضرت بلاںؓ جو بعد میں آنحضرت ﷺ کے مؤذن مقرر ہوئے جبکی نسل سے تھے اور امیتہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب وہ اسلام لائے تو امیتہ نے ان کو سخت تکلیفیں دیں۔ وہ انہیں جلتی ریت پر لٹا دیتا اور سیدہ پر پتھر کی چٹان رکھ دیتا تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں۔ پھر انہیں اسلام چوڑنے کو کہتا۔ لیکن اس تکلیف کی حالت میں ان کی زبان سے آخذؓ کا اور دجارتی رہتا۔ پھر ان کے گلے میں رشی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیتا جو انہیں ملکہ کی گلیوں میں گھینٹتے اور طرح طرح سے بچ کرتے یہیں حضرت بلاںؓ ان تکلیفوں کو نہایت سختہ پیشانی سے برداشت کرتے اور آپؓ کی زبان سے کوئی حرف ٹکا کیتے نہ لکھتا۔ بلکہ آخذؓ کا اور دجارتی رہتا۔

اس سوال سے حضور اکرم ﷺ کی ناپسندیدگی کے آثار معلوم ہوتے۔ میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور فوراً مگر چلا گیا۔ مگر میں چوہا جل رہا تھا۔ میں نے وہ چادر اپنے سر سے اٹاری اور آگ میں ڈال دی۔ دوسرا دن جب میں دوبارہ سالت میں حاضر ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے پوچھا وہ چادر کہا گئی؟ میں نے تمام ما جرا کہہ سنایا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عورتوں میں کسی کو کیوں نہ دے دی۔ عورتوں کے پینے میں معلائقہ نہ تھا۔

میں نے عرض کیا حضور ﷺ جو چیز اللہ کے رسول ﷺ کو پسند نہ ہواں کا ایک لمحہ کیلئے بھی اس خادم کے پاس رہنا قابل افسوس ہے۔

انَ الْمُحِبُّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطْبِعٌ
عاشق اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے

فرمانبرداری کی ایک اور مثال

جناب رسول ﷺ ایک دن مدینہ منورہ کی گلیوں میں سے گزر رہے تھے کہ اچانک حضور اکرم ﷺ کو ایک گنبد نام مکان نظر آیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ نیا مکان کس کا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ فلاں انصاری نے تعمیر کیا ہے۔ حضور ﷺ سن کر خاموش ہو گئے اور وہیں سے واپس لوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ انصاری حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام عرض کیا۔ حضور ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس انصاری نے دوسرے صحابہؓ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ تھا مکان کے قریب سے گزرے تھے اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ گنبد نام مکان کس کا ہے۔ انصاری نے سمجھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اس مکان کو پسندیدہ لگاہ سے نہیں دیکھا۔ وہ فوراً ہاں سے اٹھا اور سیدہ حامکان پر پہنچا، ک DAL باتھیں میں لی اور مکان کی چھپت پر پڑھ گیا اور اس وقت تک دم نہ لیا جب تک کہ مکان کو توڑ پھوڑ کر زمین کے ساتھ ہمارنہ کر دیا۔ یہاں تک کہ اس مکان کا نام وشنؓ بھی باقی نہ رہا۔ اس کے بعد اس نے اطمینان کا سانس لیا اور دوستوں کو کہا کہ جو چیز حضور اکرم ﷺ کو پسند نہ ہو حیف ہے کہ اس کا وجود دنیا میں باقی رہے۔ چند دن کے بعد جب دوبارہ حضور

کعبہ کے اندر داخل ہو جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔ جو شخص ابو شفیعیان اور حکیم بن خرام کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔ بھاگنے والے کا تاقب نہ کیا جائے اور زخمی اور قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔“

پھر یہ اللہ کا سچا نبی سب مجموعوں کو نکال کرم سے دیکھتا ہے اور شان کریمی سے سب کو معاف فرماتے ارشاد فرماتا ہے۔ لَا تَنْهِيْبَ عَلَيْكُمْ أَيْوْمَ إِذْ هُبُوا فَاقْتُلُمُ الظَّلَّةَ۔

قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں رات کو گشت کر رہے تھے۔ آپ ایک بدھی کے خیمہ کے قریب سے گزرے۔ آپ نے دیکھا کہ بدھی مسافرا پہنچنے سے باہر نہایت پریشانی کی حالت میں بیٹھا ہے۔ آپ اُس کے پاس جا کر بیٹھنے کے اور پریشانی کی وجہ دریافت کی۔ اتنے میں خیمہ سے پیش کی آواز آئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کون کراہ رہا ہے۔ بدھی نے جواب دیا کہ میری بیوی کے ہاں پچھہ پہنچا ہوئے کا وقت ہے۔ میں غریب مسافر ہوں۔ میرا یہاں کوئی واقف یا دوست نہیں اور یہاں قریب میں کوئی ایسی عورت بھی نہیں جو اس کی خبر گیری کر سکے۔

حضرت عمر فاروقؓ فوراً اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت اُم کلثومؓ کو تمام ماجرا بیان فرمایا اور پوچھا ”کیا تو ایک مسافر بہن کی اس تکلیف اور بے کسی میں مدد کرنے ہے؟“

غایفہ وقت کی تین گھنیمہ نہایت خندہ پیشانی سے ایک پردیسی بہن کی خبر گیری کیلئے تیار ہو گئی اور میدہ، گھنی، شکر اور دوسرا ضروری چیزیں ساتھ لے کر حضرت عمرؓ کے ہمراہ روانہ ہو گئیں۔ بدھی کے خیمہ کے پاس پہنچ کر آپ نے بدھی کی اجازت حاصل کر کے اپنی بیگم کو اندر بیٹھ دیا اور آپ بدھی کے پاس بیٹھ کر اُس سے باشنا کرنے لگے۔

توہڑی دیر کے بعد حضرت اُم کلثومؓ نے خیمہ سے آواز دی۔ ”امیر المؤمنین، اپنے دوست کو مبارکباد کیجیے۔ اللہ نے اُسے فرزند زیرینہ عطا فرمایا۔“

بدھی امیر المؤمنین کا لفظ سن کر چونکہ پڑا اور ادب کی وجہ سے ڈور ڈور ہنپے لگا۔ آپ نے فرمایا ”مُؤْمِنُوْكُمْ گھبرار ہے، مجھے ویسے ہی اپنا دوست اور خادم سمجھ جیسے پہلے خیال کرتا تھا۔ میں امیر المؤمنین

عفو عام

قریش مکنے رسول کریم ﷺ اور ہادیؑ برحق کو جس قدر اذیتیں دیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان ظالموں نے آپ ﷺ کو پتھر مارے گالیاں دیں اور راستے میں کانے بچاۓ۔ آخرًا آپ ﷺ ان ظالموں سے نگ آ کر اللہ کے حکم کے مطابق اپنے طن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گئے اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں بھی آپ ﷺ کو امن سے نہ بیٹھنے دیا گیا۔ ان لوگوں نے مدینہ منورہ پر کمی بارچہ حادی کی اور ان جنگوں میں حضور اکرم ﷺ کے دوست اور عزیز شہید ہوئے۔ مکہ مظہر میں جو لوگ اسلام کے حامی تھے انہیں طرح طرح کے عذابوں سے بلاک کیا گیا۔

جس دن حضور اکرم ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ مظہر میں داخل ہوتے ہیں، اس دن قریش مکہ کے اقبال کا ستارہ گروب ہو جاتا ہے۔ قریش کے سردار بمجموعوں کی حیثیت سے حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو حضور اکرم ﷺ کو (نوز باللہ) گالیاں دیا کرتے تھے۔ وہ بھی ہیں جو اسلام کو مٹانے میں سب سے پیش پیش تھے اور حضرت بلاںؓ کے گلے میں رستی ڈال کر کھینچا کرتے تھے۔ وہ بھی ہیں جو اسلام اور داعی اسلام کا مذاق اڑاتے تھے۔ وہ بھی ہیں جو عواظ کے وقت حضور اکرم ﷺ پر پتھر چھکتے اور آپ ﷺ کے ہوتے مبارک ہو سے بھرجاتے۔ سب بجم خوف سے کانپ رہے تھے۔ وہ اپنی کرٹوں کو یاد کرتے اور نادم ہو رہے تھے۔

اگر کوئی تشدید پسند بادشاہ ہوتا تو اپنے دشمنوں سے ہی بھر کر انتقام لیتا۔ کسی کوچانی پر لٹکاتا اور کسی کو زندہ جلا دیتا۔ کیونکہ دنیا کی تاریخ سے ہمارے پاس ایک نہیں سیکنڈوں ایسی مثالیں ہیں کہ ایک فاتح قوم نے اپنے مغلوب دشمنوں پر وہ وہ ظلم ڈھانے کے ان کے تصور سے رو گئے کڑے ہو جاتے ہیں لیکن فاتح مکہ اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لیتے۔ ان کو تجھیہوار پر لٹکانے کا حکم نہیں دیتے۔ ان کے گرفتار ہونے کا حکم نہیں دیتے۔ ان کے جرموں کی پاداش میں ان کے پیچے ذمہ نہیں کرتے۔ بلکہ سب کو نگاہ کرم سے دیکھتے ہیں اور شان کریمی سے سب کو معاف فرماتے ارشاد فرماتے ہے: لَا تَنْهِيْبَ عَلَيْكُمْ أَيْوْمَ إِذْ هُبُوا فَاقْتُلُمُ الظَّلَّةَ۔ تم پر کچھ الزمائیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بلکہ فوج کو یہ حکم دیا جاتا ہے ”خبردار اجنبی شخص تھیار پیٹک دے اُسے قتل نہ کیا جائے۔ جو شخص خانہ

ضرور ہوں لیکن مسلمانوں کا حاکم نہیں بلکہ خادم ہوں۔“

بنتِ رسول ﷺ کا اخلاق

حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت علی الرضاؑ کے ہاں گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت حسنؑ جو اس وقت شیرخوار بچے تھے چار پائی پر پڑے ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ بنت رسول ﷺ جانب حضرت فاطمۃ الزہراؓ بھی پیش رہی ہیں۔ آپؑ ان دونوں بیماری کی وجہ سے بہت ہی تھیف اور کمزور تھیں۔ لیکن اس کے باوجود ہاتھ سے جلی چل رہی تھی اور زبان سے ورد الہی جاری تھا۔

میں نے دیکھا کہ جب آپؑ کا ایک ہاتھ تھک جاتا تو آپؑ دوسرا ہاتھ سے جلی گھمانے لگتیں۔ آپؑ کے دونوں ہاتھ سرخ ہو رہے تھے اور پیشانی سے پینیں بھر رہا تھا۔

خالون جنت کو اس قدر مشقت کرتے دیکھ کر میرا دل بھرا یا اور میں نے سلام کے بعد عرض کیا۔“اے بنت رسول ﷺ آپؑ اس ناتوانی میں کیوں اس قدر مشقت فرمائی ہیں۔ آپؑ کو حضور رسول ﷺ نے خدمت کیلئے فضہ نامی ایک کینز عطا فرمائی ہے۔ آپؑ اس سے کیوں کام نہیں لیتیں۔“

بنت رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔“مجھے حضور اکرم ﷺ نے خدمت کیلئے واقعی ایک کینز عطا فرمائی ہے لیکن بارگاہ بہوت سے مجھے یہ حکم ملا ہوا ہے کہ میں اس سے برابری کا سلوک کروں۔ وہ میرا ہاتھ بٹائے اور میں اس کا ہاتھ بٹاؤں۔ جب وہ کام کرے میں آرام کروں اور جب وہ آرام کرے تو میں کام کروں۔ چنانچہ ہم نے گھر کے کام کا جو کوئی تقسیم کیا ہے کہ ایک دن وہ جلی پیسے اور ایک دن میں پیسوں اور اسی اصول کے مطابق آج جلی پینے کی میری باری ہے۔“

خلیفہ کی پاسبانی

حضرت عمرؓ کا یہ دستور تھا کہ وہ رات کو مدینہ کی گلیوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ ایک رات گشت کرتے ہوئے ایک مقام صرار پر پہنچ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپؑ نے دیکھا ایک

عورت نے چولے پر ہٹلیا چڑھا کی ہے اور قریب دو تین بچے بیلدار ہے ہیں۔ جب آپ دوبارہ وہاں سے گزرے تو وہی حالت تھی۔ آپؑ نے اس عورت سے بچوں کے روشنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے جواب دیا۔ یہ بچے تین دن سے بھوکے ہیں۔ میں بیوہ ہوں اور میرے پاس ان کے کھلانے کیلئے بچھے نہیں۔ مھن ان کو بھلانے کیلئے خالی ہٹلیا میں پانی ڈال کر رکھا ہے۔ خیال ہے کہ جب یہ بچے رود رکھک جائیں گے تو خود بخود سوجائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو بھرا ہے۔ آپؑ اٹھے اور مدینہ پہنچ کر بیت المال سے کچھ آٹا، کچھ گوشت اور کھجور میں لیں اور اپنے غلام اسلام کو کہا یہ تمام سامان میری پیٹھ پر رکھ دو۔ اسلام نے خود اٹھانا چاہا لیکن آپؑ نے اسے روکا اور فرمایا۔“کیا تو قیامت کے دن بھی میرا بوجھا اٹھائے گا؟“

آپؑ تمام چیزیں اٹھائے ہوئے بیوہ کے پاس پہنچا اور کہا اے۔ اس نے کھانے کا سامان، خود بھی کھا اور بچوں کو بھی کھلا۔ بیوہ نے آتا گوندھا اور ہٹلیا چڑھائی۔ وہ کھانا پکارتی تھی اور حاکم وقت چوہما پھوکتے جاتے تھے۔

جب کھانا تیار ہوا تو بچوں نے سیر ہو کر کھایا اور خوشی سے اچھلنے کو دنے لگے۔ بڑھیا ڈھانیں دینے لگی اور کہا۔“اے اللہ کے بندے خدا تمہیں جزاۓ خیر دے کیا ہی اچھا ہوتا اگر آج عمرؓ کی جگہ تو خلیفہ ہوتا تاکہ بے کس، پیسوں اور بیواؤں کی خبر گیری کرتا۔“

حضرت عمرؓ مسکراۓ اور فرمایا۔“لماں دعا کر اللہ عمرؓ کو نیکی کی توفیق دے اور بیوہ کو تسلی دینے اور بچوں کو پیار کرنے کے بعد آپؑ بہت رات گزرے مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

ایک غلام کے الفاظ کا پاس

جب مسلمانوں نے خوزستان کے مشہور شہر سا بور پر حملہ کیا تو شہر والوں نے شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے اور قلعہ بند ہو کر اُپر سے تیر بر سانے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں نے شہر کا حصارہ کر لیا اور یہ حصارہ کئی دن تک جاری رہا۔ آخر ایک دن مسلمان یہ دیکھ کر جیران رہ گئے کہ شہر والوں نے خود بخود شہر کے دروازے کھو دیے ہیں اور نہایت اطمینان سے اپنے کاروبار میں مشغول ہیں۔ مسلمانوں نے اس کا

اپنے حاجت روا سکھتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ سینکڑوں بداخل قبور میں جلتا تھے۔ نو اور شراب ان کی گئٹی میں رچا ہوا تھا۔ جھوٹ دفابازی اور قتل و غارت پر ان کو فخر تھا اور اسلام ان تمام نہایتوں کی بیخ نمی کرتا تھا۔ اور ان پھروں کے خداوں کے مقابلہ میں واحد اور لاثریک خدا کی طرف بلاتھا۔

جب انہوں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کی تبلیغ سے بہت سے آدمی مسلمان ہو رہے ہیں اور بتون کو چوڑ کر خداۓ واحد کے آگے سر بجود ہو گئے ہیں تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو طرح طرح کی اذشیں دیں۔ آپ ﷺ کی راہ میں کائنے بچائے۔ آپ ﷺ پر پھر سچنے۔ نماز پڑھتے وقت جسم مبارک پر (نحوذ باللہ) نجاست چینگی جاتی۔ بد زبانی کی جاتی۔ غرضیکہ ہر ممکن طریقہ سے حضور اکرم ﷺ کو ننگ کیا جاتا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نہایت حوصلہ اور بُرداری سے تمام تلکیفوں کو شاید یہ دنیاوی جاہ و جلال اور نام و نہود کی خواہش کیلئے ہے۔ آخر قریش نے اپنے ایک سردار عقبہ بن ریجہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور حضور اکرم ﷺ کو یوں چکہ دینا شروع کیا۔

”اے محمد ﷺ اگر آپ ملکہ کی حکومت چاہتے ہیں تو ہم سب آپ ﷺ کو اپنا سردار ماننے کو تیار ہیں۔ آگر آپ ﷺ کو کسی خوبصورت بیوی کی ضرورت ہے تو قریش کے خاندان میں جو نے بڑے گھرانے میں جس لڑکی سے چاہیں شادی کر لیں اور اگر مال و دولت کی ضرورت ہے تو ہم آپ ﷺ کے سامنے سونے چاندی کے انبار لگا کر رکھ دیں گے لیکن آپ ﷺ اپنے ذہب کی تبلیغ سے بازاں میں اور ہمارے خداوں سے لاگوں کو مخفف نہ کریں۔“

حضور اکرم ﷺ نے اس کے جواب میں قرآن پاک کی چند آیتیں پڑھیں۔ جن کا مطلب یہ ہے
اے محمد ﷺ:

”کہ میں تم جیسا آدمی ہوں۔ مجھ پر وحی آتی ہے۔ تمہارا میں ایک خدا ہے جس سیدھے اس کی طرف جاؤ اور اس سے معافی مانگو۔“ (حمد المسجدہ)

ٹھہر یہ جواب سن کر واپس چلا گیا اور اپنے دوستوں کو جا کر کہا ”محمد ﷺ جو کلام پیش کرتے ہیں وہ شاعری نہیں۔ وہ کوئی اور جیزہ ہے۔“

سب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ”تم خود ہمیں امان دے چکے ہو۔ اس لیے ہم نے بلا خوف شہر کے دروازے کھول دیئے ہیں۔“

حضرت ابو موسیٰؓ اسلامی سپہ سalar نے اس امان سے علمی کا اظہار کیا۔ دوسرے سرداروں سے پوچھا گیا، کسی کو اس معاہدہ کا علم نہ تھا۔ آخر بہت تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ ایک غلام نے کسی سے مشورہ لیے بغیر خود بخود پوشیدہ طور پر ایک رُقصہ لکھ کر اہل شہر کو امان دے دی ہے۔

حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا کہ ایک غلام کے وعدہ کی کوئی حیثیت نہیں، ہم اس کے پابند نہیں۔ شہر والوں نے کہا ہمیں آزاد اور غلام کا علم نہیں۔ ہمیں اسلامی لٹکر سے یہ زخم موصول ہوا ہے اور ہم نے اس وعدہ کے مطابق ہنچیار ڈال دیے ہیں اور شہر کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

آخر بہر لٹکرنے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کو خط لکھا اور تمام ماجرا کی تفصیل عرض کی، آپ نے جواب دیا۔

”اگر چہ فوجوں کے درمیان صلح اور جنگ کی شرطیں طے کرنے اور امان دینے کا صرف سپہ سalar ہی کو حق حاصل ہے لیکن اگر اسلامی لٹکر کے ایک سپاہی نے امان دے دی تو تمام مسلمان امان دے چکے۔ مسلمانوں کا غلام بھی مسلمان ہے سپہ سalar اور دوسرے سرداروں پر اس امان کی پابندی لازمی ہے۔“

سابور کے لوگ امیر المؤمنین کا یہ فیصلہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اُن میں سے اکثر مسلمان ہو گئے۔

دعوت حق

جب سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکہ معظمہ والوں کو اسلام کی دعوت دی اور خدا کی توحید کا عظیل کیا تو قریش اس سے سخت برہم ہوئے۔ ان کی مخالفت کی کمی وجہیں تھیں۔ وہ مدت سے خداۓ برتر کو بھلا کر بُت پرستی میں جلتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی یاد میں یعنی کعبہ میں ۳۶۰ بُت رکھے ہوئے تھے۔ وہ ان ہی بتوں کو اپنے خالق، رازق اور مالک سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہی بت ہمیں اولاد دیتے ہیں۔ یہی مینہ برساتے ہیں اور یہی ہمیں جگنوں میں فتح دلاتے ہیں۔ غرضیکہ وہ ان بتوں کو

کرتے۔ جب کوئی ادنیٰ اور غریب آدمی جرم کرتا تو اسے سزا دیتے۔ خدا کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیجئے جاتے۔“

حضور اکرم ﷺ کا یہ صاف اور منصفانہ جواب سن کر تمام حاضرین خاموش ہو گئے اور اس گناہی کے لیے آپ ﷺ سے معافی چاہی۔ اور وعدہ کیا کہ آئندہ ہم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھوں کے خلاف کسی کی رعایت نہیں کریں گے۔

ایک بچے کا شوقِ جہاد

حضرت عمر بن ابی و قاصؓ حضرت سعد بن ابی و قاصؓ مشہور صحابی کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ بچپن ہی میں اسلام لائے اور جنگ بدر کے وقت یہ بہت چھوٹے بچے تھے۔ لیکن جب انہوں نے ساکھ کفار کا بہت بڑا لشکر جس میں ۱۳۰۰ آزاد مودہ کار بھیگو سپاہی شامل ہیں، مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت پر حملہ کرنے کیلئے آرہا ہے تو انہیں اسلامی لشکر میں جس کی تعداد صرف ۲۰۰ سوتھی شامل ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ ان کے بھائی حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ جب لشکر کی روائی کی تیاری ہو رہی تھی تو یہ ادھر ادھر چھپ رہے تھے تاکہ انہیں کوئی دیکھنے لے۔ مجھے ان کی اس حرکت پر تجھ ہوا اور ان سے پوچھا تم کیا کر رہے ہو اور کیوں چھپتے پھرتے ہو۔ کہنے لگے ”مجھے ذر ہے کہ کہیں حضور ﷺ مجھے دیکھنے لیں اور پوچھ کر جنگ میں جانے سے روک نہ دیں۔ پھر میرے لیے حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی کرنا ناممکن ہو جائے گا اور میں جہاد میں لیے یہ براہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔“ حضرت عمرؓ نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر دیا۔ اور اس کی قیمت مسلمانوں کے نہیں کاموں میں خرچ کر دی۔

ایمانِ محکم

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا واقعہ ہے۔ کہ ایک انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ ان دونوں بھوروں کے پک رہی تھیں۔ اور بھوروں کے پک ہوئے زرد او شرخ خوشے لک رہے تھے۔ نماز کے ذریان میں انصاری کی نگاہ ان خوشوں پر جا پڑی۔ پہاڑوں پر جا پڑی۔ بہت ہی دلکش معلوم ہوا۔ انصاریؓ ان کی طرف متوجہ ہو گیا اور ایسا گھوہ ہوا کہ اسے یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہے اور کتنی پاتی ہیں۔ دونوں ٹوں کر کے اس نے نماز ختم کر لیکن اس کے دل میں اس کا سخت صدمہ ہوا کہ باغ اور اس کے پہل کی وجہ سے اس کی نماز خراب ہو گئی۔ اس نے دل میں شان لی کہ یہ باغ خدا کی عبادت میں خلل انداز ہوا ہے اس لیے میں اسے نہیں رکھوں گا۔

حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ”میں اپنا باغ اللہ کے راستے میں دینا چاہتا ہوں آپ جس طرح چاہیں اس کا استعمال کریں۔“ حضرت عثمانؓ نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر دیا۔ اور اس کی قیمت مسلمانوں کے نہیں کاموں میں خرچ کر دی۔

النصاف

ایک دفعہ قبیلہ خرمد کی ایک مورت فاطمہ ناہی چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی۔ اسلام میں چور کے لیے یہ براہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ عورت ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور اس کے رشتہ داروں کو یہ بات گوارہ نہ تھی کہ ایک معزز خاندان کے ساتھ بھی یہ سلوک کیا جائے۔ وہ بارگاہ بنوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور پیغمبر خدا ﷺ سے رعایت کی درخواست کی اور اسماء بن زیدؓ کو جن سے آنحضرت ﷺ کو بہت محبت تھی سفارشی پیش کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اے اسماء کیا تم اللہ کی حدزوں کو توڑنے کیلئے سفارش کرتے ہو؟“

پھر آپ ﷺ ان لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

”تم سے پہلی امتیں اس لئے جاہ ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی جرم کرتا تو اس سے درگز“

”تم سے پہلی امتیں اس لئے جاہ ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی جرم کرتا تو اس سے درگز“

آن کے بھائی نے اس کے ٹسموں میں گرہیں لگائیں کہ اوپنی ہو جائے۔

ایک بُڑھیا کی اسلامی خدمت

امم عمارہ انصاریہ ان عورتوں میں سے تھیں جو شروع شروع میں مسلمان ہوئیں۔ بھرت کے بعد جب لاٹھوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ان میں سے اکثر میں پیر شریک تھیں۔ جنگِ احمد میں انہوں نے بڑی خدمت کی۔ یہ پانی کا مشکلہ بھر کر جنگ میں پھر میں اور اگر کوئی زخمی مسلمان مل جاتا تو اسے پانی پلاتیں۔ اس وقت ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔

انہوں نے کرپرا ایک پُڑھاندھ رکھا تھا جس میں بہت سے چیزوں پر بھرے ہوئے تھے۔ جب کوئی مسلمان زخمی ہو جاتا تو یہ چیزوں کا کال کراؤ سے جلا تھیں اور اس کے زخم میں بھر دیتیں۔ خود بھی انہیں اس جنگ میں بارہ تیرہ زخم آئے۔ جن میں ایک بہت بڑا زخم اس وقت آیا جب جنگِ احمد میں لوگ پریشان ادھر ادھر پھر رہے تھے۔

ایک غصہ ابن قیمیہ جناب سرور کائنات ﷺ کی طرف پڑھا۔ حضرت مصعب بن عميرؓ نے اسے روکا۔ حضرت امم عمارہؓ بھی آگے پڑھیں اور آن پر ابن قیمیہ نے بہت زبردست وار کیا۔ جس سے اُن کے کندھے پر بہت گہرا زخم آیا۔ ان کا ایک بیٹا عبد اللہؓ بھی اس لڑائی میں زخمی ہوا۔ اس کے بائیں بازو سے خون نہیں تھتا تھا۔ اگر موجودہ زمانہ کی عورت ہوتی تو بیٹے کو زخمی اور خون میں الوہاں دیکھ کر پہنچانا شروع کر دیتی لیکن امم عمارہؓ نے بڑے حوصلے سے اپنی کرسے کچھ کپڑا انکالا اور بیٹے کے بازو پر پٹی باندھی اور باندھ کر کہنے لگی ”جا کافروں سے مقابلہ کر۔“ جب حضور اکرم ﷺ نے یہ نظر اور دیکھا تو فرمایا: ”امم عمارہؓ اتنی بہت کون رکھتا ہو گا جتنی ٹوڑکتی ہے۔“ پھر حضور اکرم ﷺ نے اُن کی تعریف فرمائی اور اسے دعائیں دیں۔ اسی اشنا میں وہ غصہ جس نے امم عمارہؓ کے بیٹے کو زخمی کیا تھا اس کے سامنے آیا وہ بھی اور اس کی پنڈلی پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہو کر زمین پر پیٹھ گیا اور اس کافر کا خاتمه کر دیا۔

گورنری اور درویشی

حضرت سعید بن عامر جنگِ خیبر سے پہلے مسلمان ہوئے اور اسلام لانے کے بعد بھرت کر کے مدینہ چلے آئے اور بعد کی تمام جنگوں میں سرور کائنات ﷺ کے ہمراہ رہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جنگِ یرمود میں انہوں نے بڑے کاربائے نمایاں کئے اور حضرت عباسؓ بن غنم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے انہیں حصہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

آپ نہایت سادہ اور زہد و تقویٰ کی زندگی بس کرتے تھے اور گورنر ہونے کے باوجود درویشانہ طریقہ سے رہتے۔ آپ میں اور عام مسکینوں میں کوئی فرق نہ تھا۔ جب بازار سے گزرتے تو کوئی شخص یہ تمیز نہ کر سکتا کہ یہ ولیٰ حصہ گزر رہا ہے۔

حضرت عمرؓ کی طرف سے تمام گورنوں کیلئے خاص و ٹینکے مقرر تھے۔ لیکن یہ اپنے گھوڑوں کی قلیل آمدی پر گزارہ کرتے اور اپنا تمام وقت رعایا کی بہبود اور ہمدردی میں صرف کرتے۔ جب حضرت عمرؓ حصہ تشریف لے گئے تو انہوں نے گھر اور مسکینوں کی فہرست طلب کی تاکہ حکومت کی طرف سے ان کے معاش کا انعام کیا جائے۔ جب فہرست تیار ہو کر آئی تو اس میں سعید بن عامرؓ کا نام بھی تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ سعید بن عامرؓ کون ہے؟ فہرست پیش کرنے والے نے کہا، ہمارا امیر۔

حضرت عمرؓ نے حیراگی سے پوچھا ”یہ اپنے وظیفے کو کیا کرتے ہیں؟“ جواب مل انہوں نے بھی وظیفہ کو تھوڑے تک نہیں لگایا۔

حضرت عمرؓ ان کی بے نیازی اور پر ہیزگاری کو سوچ کر رونے لگے اور فوراً ایک ہزار دینار کی خیلی ان کی خدمت میں بھیج دی۔ آپ نے تھیلی کو دیکھ کر ”إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِفُون“ پڑھا۔ پیوں نے پوچھا ”کیا حادثہ ہوا؟“ آپ نے فرمایا ”بہت خطرناک۔“ پیوں نے دوبارہ پوچھا ”کیا قیامت آگئی؟“ آپ نے فرمایا ”قیامت سے زیادہ خطرناک۔ دنیا فتنوں کو لے کر میرے پاس آئی ہے۔“ یہ کہہ کر تھیلی ایک توپرے میں ڈال دی اور ساری رات اس سے نجات حاصل کرنے کیلئے دعا مانگتے رہے۔ صبح جب اسلامی لشکر ادھر سے گزرا تو آپ نے تمام روپیہ ان کی ضرورت کیلئے دے دیا اور اس بوجھ سے نجات حاصل کرنے پر خدا کا لشکر ادا کیا۔

رہے۔ آپ نے دو کپڑوں میں سے انصاری کیلئے ایک کپڑا علیحدہ کر لیا۔ لیکن ناچنے پر معلوم ہوا کہ ایک کپڑا جھوٹا اور دوسرا براہمی ہے۔ انہیں خیال پیدا ہوا کہ اگر جھوٹا کپڑا انصاری کیلئے رکھا جائے تو اس میں اپنے اور پرانے کافر قوم طاہر ہو گا۔ آخر آپ نے فرمان دال کر دونوں کپڑوں کو تقسیم کیا۔ جھوٹا کپڑا حضرت حمزہ کے حصہ میں آیا جس سے ان کا کفن تیار کیا اور دوسرے سے اس پر دلیکی انصاری کا کفن تیار کر کے اس کی ججیب و غصین کی۔ جھوٹا کپڑا حضرت امیر حمزہ کیلئے ناکافی تھا۔ جب سرکی طرف کرتے تو پاؤں نگے ہو جاتے اور جب پاؤں کی طرف سر کرتے تو اور پر کا حصہ کھل جاتا۔ لیکن حضرت زیبر نے کفن کا کپڑا اتہبیل کرنے کی حراثت نہ کی۔ کیونکہ یہ اسلامی تہذیب کے خلاف تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنے اور بیگانے کی تمیز روا رکھی جائے۔

ہمدردی اور ایثار

حضرت ابن حذیفہؓ اور ان کے پچزادو بھائی جنگ بیروک میں شریک تھے۔ ابن حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اس جنگ میں ہمارے بہت سے آدمی شہید ہوئے اور کئی زخمی ہوئے جو میدان کے مختلف حصوں میں دم توڑ رہے تھے۔ میں اپنے بھائی کی تلاش میں لکھا اور ایک ملکیزہ پانی کا اپنے ساتھ لیا کہ شاید انہیں پانی کی ضرورت ہو۔ میں ان کو تلاش کرتا ہوا جب ان کے قریب پہنچا تو وہ قریب المگ تھے۔ انہوں نے مجھ سے پانی مانگا۔ جب میں پانی لے کر آگے بڑھا تو قریب سے ایک اور زخمی کے کراہنے کی آواز آئی جو پانی مانگ رہا تھا۔ جب میرے بھائی نے اس کی آواز سنی تو مجھے اس کے پاس بیچ دیا۔ یہ شخص ہشام بن ابی العاص تھے۔ میں انہیں پانی دینے کیلئے ملکیزہ کا نہ کھولتی۔ رہا تھا جب ایک اور زخمی جاہد کے کراہنے کی آواز میرے کان میں پڑی۔ یہ بھی بے قراری کے عالم میں دم توڑ رہے تھے۔ حضرت ہشامؓ نے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا لیکن افسوس کہ جب میں پانی لے کر ان کے پاس پہنچا تو ان کی زدوج قفس عنصری سے پرداز کر چکی تھی۔ میں واپس حضرت ہشامؓ کے پاس آیا لیکن وہ بھی اس جہاں سے رخصت ہو چکے تھے۔ وہاں سے بھاگتا ہوا اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی جان بحق تسلیم کر چکے تھے۔ اسی طرح سے ان مسلم جاہدوں نے مرتے دم تک بھی ہمدردی اور ایثار کا سبق نہ مکھلا یا۔

غلاموں سے حسن سلوک

صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اپنے غلاموں کے ساتھ بالکل مساویانہ سلوک کرتے تھے۔ جو خود کھاتے انہیں کھلاتے اور جو خود پہنچتے وہی پہنچاتے۔ ایک دفعہ حضرت ابوالیسیزؓ کے جسم پر دو مختلف قسم کے کپڑوں کا چوڑھا چوڑھا ایک کپڑے کا اور آدھا دوسرے کپڑے کا تھا اور اسی طرح ان کے غلام کے جسم پر بھی اسی قسم کے دو مختلف کپڑوں کا چوڑھا چوڑھا ایک شخص نے کہا۔ اگر آپ لوگ ایک ایک کپڑا ایک دوسرے سے بدل لیتے تو دونوں کے چونے علیحدہ علیحدہ رغنوں اور کپڑوں سے مکمل ہو جاتے۔ آپ نے اسے جواب دیا کہ حضور اکرم ﷺ نے غلاموں کے ساتھ مساوات کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو خود کھاؤ انہیں بھی وہی کھلاؤ اور جو خود پہنچو وہی ان کو پہناؤ۔ میرے پاس دو مختلف قسموں اور رغنوں کے کپڑے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کپڑے سے علیحدہ علیحدہ چوغے الگ الگ رنگ کے تیار ہو سکتے تھے لیکن ان میں ایک کپڑا ابڑھیا اور دوسرے اس سے مگنیا تھا اس لیے میں نے میکی مناسب سمجھا کہ ہر ایک کپڑے کو دو برادر حصوں میں تقسیم کروں اور آدھا آدھا اپنے اور اپنے غلام کے درمیان بانٹ لوں۔ اس میں کوئی مضاائقہ نہیں کہ میرا چوڑھا یک رنگ نہیں اور دو مختلف رغنوں کے کپڑوں سے بنا ہوا ہے لیکن میرا دل مطمئن ہے کہ میں نے اپنے ہادی کے حکم کی پوری پوری قابلی کی اور اپنے غلام سے بے انسانی نہیں کی۔

امتیاز بیگانہ و بیگانہ

ابتدائی مسلمانوں میں ہمدردی اور مساوات کا جذبہ کوٹ کوٹ کر پھرا ہوا تھا۔ زندہ تو در کنار مردہ میں بھی اپنے اور پرانے کافر نہیں سمجھتے تھے۔

جنگ احمد میں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو ان کی بہن حضرت صفیہؓ نے اپنے بھائی کی ججیب و غصین کیلئے دو کپڑے حضرت زیبرؓ کو لا کر دیئے۔ جب حضرت زیبرؓ اپنے ماموں کے کفن کیلئے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے ماموں حضرت حمزہؓ کے پہلو میں ایک انصاری کی لاش بے گور کفن پڑی ہے۔ آپ نے یہ گوارہ نہ کیا کہ ان کے ماموں کیلئے دو کپڑے ہوں اور ایک غریب مسلمان کی لاش بے گور کفن پڑی

پاکیزہ نفسی

حضرت ابو بکر صدیقؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور اسی سے گزرادقات تھی۔ جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو ایک دن حب معمول چند چادریں ہاتھ میں لئے بازار میں فروخت کرنے کیلئے جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت عمرؓ ملے اور پوچھا ”کہاں تشریف لے جا رہے ہو؟“ آپ نے فرمایا ”بازار جا رہا ہوں“ حضرت بولا ”اگر تجارت میں مشغول رہے تو خلافت کا کام کون کرے گا؟“ خلیفہ اقبال نے جواب دیا ”بال بچوں کا پیٹ کیسے پالوں؟“ حضرت عمرؓ نے کہا چلو ابو عصیہؓ کے پاس چلیں جنہیں حضور نبی کریم ﷺ نے امین ہونے کا لقب دیا ہے۔ وہ آپ کیلئے بیت المال سے کچھ رقم مقرر کر دیں گے۔ وہ دونوں ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے آپ کیلئے اس قدر روزینہ مقرر کر دیا جتنا اوسط ایک عام مہاجر کو ملتا تھا۔ آپ نے نہایت خوشی سے اُسے قبول کر لیا اور اپنا سارا وقت خلافت اور مسلمانوں کے کام کیلئے وقف کر دیا۔

یہ رقم اتنی قلیل تھی جس سے بہنکل گمراہ کمانے کے اخراجات چل سکتے تھے۔ یہاں تک کہ اس میں اتنی گنجائش بھی نہ تھی کہ گاہے بگاہے اس سے کسی اچھے لذیذ کھانے کا اہتمام ہو سکے۔

آپ کی الہیہ کو کوئی میٹھی چیز پکانے کا خیال آیا۔ لیکن بیت المال کے روزینہ میں اتنی گنجائش کہاں تھی۔ انہوں نے روز کے خرچ میں سے تھوڑا تھوڑا بجا کر چند دنوں میں کچھ پیسے جمع کرنے اور ان سے ایک میٹھا کھانا پکانے کیلئے اجازت طلب کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی الہیہ سے دریافت فرمایا کہ اس میٹھے کھانے کا انتظام کیسے ہوا؟ انہوں نے تمام ما جرا بیان کر دیا کہ ہر روز کے خرچ سے تھوڑی تھوڑی بچت کر کے کچھ پیسے جمع کرنے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا اس سے پیٹا بت ہوتا ہے کہ اتنی رقم ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے۔ آپ نے وہ رقم بیت المال میں جمع کر دی اور آنکھوں پر تشوہ سے اس قدر رقم کم کر دی اور فرمایا مجھے بیت المال سے صرف اسی قدر رقم لینے کا حق ہے جس سے میرا اور میرے بال بچوں کا پیٹ پل سکے۔ اس سے زیادہ کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عائشہ صدیقۃؓ وصیت فرمائی کہ میرے گھر میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں وہ میرے بعد آنے والے خلیفہ کے حوالہ کر

جوشِ ایمان

دی جائیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس وقت ایمان لائے جب مسلمانوں کی تعداد بھی بہت کم تھی اور اس وقت تک سوائے رسول اکرم ﷺ کے کسی نے بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کی تھیں نہیں کی تھی۔ ایک دن مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت نے مل کر مشورہ کیا کہ اس خدا تعالیٰ حکم کو تھپا کر رکھنا مناسب نہیں اور اسے اعلانیہ مشرکین مکہ کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ قریش اس سے برہم ہو گئے اور تلاوت کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اپنے آپ کو اس خطناک کام کیلئے پیش کیا۔ لوگوں نے منع کیا کہ تمہارا قبیلہ اتنا برا نہیں جو تمہیں قریش کی دشبرد سے پجا سکے لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے جواب دیا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ میں اعلان کلمہ الحق میں شہید کیا جاؤں۔ دوسرا دن جب قریش کی مجلس گرم تھی تو آپ وہاں پہنچے اور نبی اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے بعد قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی۔ قریش پہلے تو اس پاکیزہ کلام کو سن کر بہوتوں ہو گئے۔ لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ابن مسعودؓ اس کلام پاک کو پڑھ رہا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے تو وہ غصب میں آگئے اور حضرت عبداللہ ابن مسعود پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ آپ کا جسم ہولہ بہاں ہو گیا اور پھر وہ نہیں سے متورم ہو گیا۔ لیکن آپ کی زبان بند نہ ہوئی اور آپ برابر اس کلام پاک کی تلاوت کرتے چلے گئے۔ بلکہ مشرکین کی جماعت چنانیاہدہ آپ کو پیش اتنے ہی جوش کے ساتھ آپ تلاوت کرتے اور آپ کا جوش ٹھنڈا ہونے کی بجائے بڑھتا جاتا۔ آخر قریش نے نگل آ کر آپ کو چھوڑ دیا اور آپ اپنا فرض سرانجام دے کر نہایت خوشی سے اپنے احباب میں واپس لوئے۔

بچوں کا جوشِ ایمان

صحیح مکاری میں یہ واقعہ درج ہے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف مشہور صحابی فرماتے ہیں کہ میں جگ

حق حاصل ہے۔ اس کے اونٹ جیسا اس کو اونٹ دے دو۔

صحابہ نے عرض کیا "حضور ﷺ ہمارے پاس اس کے اونٹ سے محمدہ اور بہتر اونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہی اونٹ اس کو دے دو۔ کیونکہ تم میں سے وہ شخص بہت ہی اچھا ہے جو قرض ادا کرنے میں اس سے اچھا مال دے۔"

حسن سلوک

ایک دن حضرت امام ابوحنیفہؓ کی یادگاری عیادت کو جاری ہے تھے۔ راستے میں انہیں ایک شخص آتا دکھائی دیا جوان کا مقروض تھا۔ اس نے ذور سے امام صاحب کو آتے دیکھا اور شرم سے کٹرا کر ذور سری طرف چلا گیا۔ آپ نے اسے آواز دی کہ کہاں جاتے ہو۔ تم نے اپناراستہ کیوں بدل لیا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کے دل ہزار درہم مجھ پر قرض ہیں۔ جواب تک باوجود وعدہ کرنے کے میں انہیں کر سکا۔ اب شرم سے میں آنکھیں برا برپنیں کر سکتا۔

امام صاحب اس کی غیرت سے متجب ہوئے اور اس کی غربت پر حرم آیا۔ اور فرمایا جاؤ میں نے اپنا قرض معاف کر دیا۔ جو شخص اتنا غیرت مند ہو مجھے اس کی ذلت گوارانیں۔

حق گوئی و مجرأت

ایک دن حضرت عمرؓ نے ممبر پر کھڑے ہو کر کہا "دوستو اگر میں دنیا کی طرف تھک جاؤں اور اسلام کے راستے سے بھلک جاؤں تو تم لوگ کیا کرو گے؟" ایک شخص وہیں کھڑا ہو گیا اور تواریں میان سے کال کر بولا "ہم تیر سر اڑا دیں گے۔"

آپ نے اس کی آذائش کرنے کیلئے اسے ڈانٹا اور کہا "کیا تو خلیفہ وقت کی شان میں یہ الفاظ کہتا ہے؟" اس نے کہا "ہاں ہاں۔ تھماری شان میں۔ اس خلیفہ کی شان میں جو اسلام کے راستے سے برگشہ ہونا چاہتا ہے۔" آپ نے فرمایا "امحمد اللہ ابھی مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دین کی خاطر حاکم

بدر میں شامل تھا اور آگے لڑنے والوں کی صفائح میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں انصار کے دو کم غریب کے کھڑے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ اگر میرے ساتھ مغبوط اور جوان آدمی ہوتے تو ہم لڑائی میں ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ میرے دونوں جانب چھوٹے بچے ہیں ضرورت کے وقت یہ کیا مدد کر سکیں گے۔

اتئے میں اُن لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پر کٹا اور پوچھا "چچا جان تم ابو جہل کو پہچانتے ہو؟" میں نے کہاں پہچانتا ہوں۔ تمہارا اس سے کیا مطلب ہے؟ اُس نے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اُسے دیکھ لوں تو اُس وقت تک اُس سے جدائہ ہوں گا جب تک وہ مر جائے یا میں مر جاؤں۔" مجھے اس کے سوال اور جواب پر حیرانگی ہوئی اتنے میں دوسرے نے بھی بھی سوال کیا۔ جو پہلے نے کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے ابو جہل میدان میں دوڑتا ہوا نظر آیا۔ میں نے دونوں لڑکوں کو کہا جس شخص کے متعلق تم ابھی پوچھ رہے تھے وہ جارہا ہے۔ یہ سن کر دونوں لڑکے تواریں ہاتھوں میں لئے ایک دم اُس کی طرف بھاگے اور اُس پر تواریں چلانا شروع کر دیں یہاں تک کہ اُسے گرالیا۔

قرض خواہ سے بر تاؤ

قرض کا ادا کرنا میں فرض ہے۔ حضور اکرم ﷺ قرض دار آدمی کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا کرتے تھے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اگر کوئی قرض دار اپنا قرض ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کی نیکیاں قرض کے بدل میں قرض خواہ کو دی جائیں گی۔" مگر آج ہمارے مسلمان بھائی قرضوں کی ادا نہیں سے بچنے کیلئے طرح طرح کے خیلہ ہاتے ہیں اور قانون کی آڑ لے کر چھکارا چاہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہ کیم ﷺ نے کسی کا ایک اونٹ قرض میں دینا تھا۔ ایک دن وہ قرض خواہ آپ ﷺ سے تقاضا کرنے لگا۔ وہ شخص کچھ زیادہ گستاخ اور بے باک تھا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کے حق میں کچھ سخت الفاظ استعمال کئے۔ صحابہؓ شخص کی بذریبائی اور گستاخی سے برہم ہوئے اور اسے ڈانٹا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "چھوڑ دو۔ قرض خواہ کو آزادی سے ٹکٹوکرنے کا

صابرہ خاتون

بجگِ أحد میں قریش کی عورتوں نے مسلمانوں کی لاشوں سے بھی انتقام لیا۔ ان کے ناک اور کان کاٹ دیئے اور انہیں بُری طرح سے پامال کیا۔ ہندو کے بھائی کو حضرت امیر حمزہؓ نے جنگ بدتر میں مارا تھا۔ جب حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو ہندو ان کی لاش پر گئی اور پیٹ کو چاک کر کے کلیچ لکلا اور اسے چبا گئی۔ جنگ کے بعد حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہؓ کو اپنے بھائی کی شہادت کی خبر ہوئی تو وہ اپنے بھائی کا آخری دیدار کرنے کیلئے باہر نکلیں۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کے بیٹے زبیرؓ کو نیلا کر فرمایا کہ اپنی والدہ کو حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھنے سے روک دو وہ اسے اس حالت میں دیکھ کر زیادہ بے تاب ہو جائیں گی۔ حضرت زبیرؓ والدہ کے پاس گئے اور آپ کو حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے مطلع کیا۔ حضرت صفیہؓ نے جواب دیا "میں اپنے بھائی کی لاش کی بے حرمتی کا تمام ما جراہ سن چکی ہوں۔ پھر آپ اپنے بھائی کی لاش پر گئیں۔ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور دعا یے مغفرت کرنے کے بعد خاموشی سے واپس تشریف لے گئیں۔

قرولِ اولیٰ کے حاکم

حضرت عمرؓ نے جب اسلامی فوجوں کو ایمان پر چڑھائی کا حکم دیا اور جنگ قادریہ شروع ہوئی تو آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ ہر روز سورج نکلنے ہی مدینہ منورہ سے باہر نکل جاتے اور جنگ کی خبر کے انتظار میں قاصدی راہ دیکھتے۔

ایک دن حب معمول جب آپ باہر تشریف لے گئے تو آپ نے ایک ہنر سوار مدینہ کی طرف آتے دیکھا۔ یہ اسلامی فوجوں کے سپہ سالار حضرت سعدؓ کا قاصد تھا اور فتح کی خوشخبری لاپتا تھا۔ آپ نے راستہ چلتے چلتے اس سے جنگ کے حالات دریافت کئے۔ اس نے آپ کو بتایا کہ خدا نے برتر نے مسلمانوں کو فتح دی۔ آپ نے اُسے تھہرانے کی کوشش نہ کی۔ بلکہ آپ اس کی رکاب کے برابر دوڑتے

لے امیر معاویہ کی ماں۔ یہ رسول اکرم ﷺ کی پڑی بھی۔ یہ قادریہ مراقب کا مشہور شہر قابو جمدان کے قرب واقع قابو دیان ہو چکا ہے۔

وقت کی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر میں غلط راستے پر چلوں گا تو مجھے سیدھا کر دیں گے۔"

ایک اور موقع پر حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے ایک گروہ سے پوچھا اگر میں اسلام سے برگشته ہو کرم پر حکومت کروں تو تم کیا کر سکتے ہو؟ اس مجلس میں ایک بُوڑھیا بھی موجود تھی۔ جب اُس نے امیر المؤمنین کے پیالا نے تو آگ بُوڑھو گئی اور شفقت سے چک کر کہا۔ عمرؓ اگر ہم تمہیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے قانون سے میڑھا چلتے دیکھیں گے تو ٹلکے کی طرح تمہارے ملک ہاکل کر تمہیں سیدھا کریں گے۔" حضرت عمرؓ نے اس غیرت مند اور جو شیلی مونہ کے ایمان کی داد دی اور مر جا کہتے ہوئے فرمایا جب تک بوڑھی اور کمزور عورتوں کے ایمان کی یہ حالت ہے ہمیں مسلمانوں کے ہنzel کا کوئی گلرنہیں۔

آزادی رائے

حضرت عمرؓ نہایت ہی زبردست خلیفہ تھے۔ عموم تو درکنار بڑے بڑے گورنر اور حاکم بھی آپ کا نام سن کر کانپ آٹھتے تھے لیکن جب ایک ادنیٰ آدمی بھی دیکھتا کہ حضرت عمرؓ غلط راستے پر جا رہے ہیں تو انہیں نہایت بے باکی سے ٹوکتا اور ان پر ٹکڑے چھین کرتا۔ عراق کی فتح کے بعد اکثر مسلمانوں نے عیسائی عورتوں سے شادیاں کر لیں۔ جب آپ کو اس واقع کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت حذیقہ بن ایمان کو کہا کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ انہوں نے جواب میں لکھا اور کہا "کیا یہ شرعی حکم ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟" آپ نے جواب دیا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔ حضرت حذیقہؓ نے جواب دیا اگر یہ اسلامی حکم ہوتا تو ہمیں سرتاپی کی گنجائش نہ ہوتی۔ لیکن جس امر میں ہمیں اسلام اجازت دیتا ہے اس کے متعلق ہم لوگوں پر آپ کی ذاتی رائے کی باندی ضروری نہیں۔

حضرت عمرؓ آپ کے اس جواب سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ اس کی آزادی اور بے باکی کی تحریف کی۔

میں آ کر بیڑیاں پہن لوں گا۔ سلمی نے الکار کر دیا۔

اب اُس نے نہایت حسرت دیاں سے نہایت پُر درد بھیج میں اشعار پڑھنے شروع کر دئے جن کا مطلب یہ تھا:

”افسوس عرب کے بھاؤ رنیزہ باریاں کر رہے ہیں اور میں زنجیروں میں بندھا ہوا ہوں جب میں اٹھا چاہتا ہوں تو زنجیریں بٹھنے لیں دیتیں اور جب میں باہر لکھنے کیلئے اجازت مانگتا ہوں تو دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔“

ان شعروں نے سلمی کے دل کو نرم کر دیا اور انہوں نے ابو جن کی بیڑیاں کھلاؤ دیں۔ وہ سعدؑ کے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ ہاتھ میں لئے ڈشمن کی فوج پر یوں جھپٹا جس طرح ایک باز چڑبوں کے تھر منٹ میں جا گھستا ہے اور اس زور سے جملہ کیا کہ صفوں کی صفیں الٹ دیں۔ تمام مسلمان سپاہی اور سردار جیران تھے کہ یہ کون بھاؤ رہے جس نے آن کی آن میں ڈشمن کی صفیں الٹ دیں۔ شام ہوئی تو ابو جن نے قید خانہ میں آ کر بیڑیاں پہن لیں۔

جب حضرت سعدؑ میدانِ جنگ سے لوٹے تو وہ بھی اُسی بھادر کا ذکر کر رہے تھے اور جیران تھے کہ یہ کون ہے۔ سلمی نے تمام حالات بیان کئے اور حضرت سعدؑ نے فوراً ابو جن کو بنا کر دیا اور فرمایا خدا کی قسم تم وہ شخص جو مسلمانوں پر یوں شمار ہو اور اسلام کی قیمت کا اس قدر دلدادہ ہو میں اُسے زیادہ دیر کیلئے قید خانہ میں نہیں رکھ سکتا۔ جب ابو جن کو یہ پیغام پہنچا تو اُس نے بھی قسم کھائی کہ آج سے کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔

مسلمان عورتوں کا دینی جذبہ اور جوشِ ایمان

حضرت خسرو عرب کی مشہور شاعرِ عربی جو اپنے چاروں بیٹوں سیمت مسلمان ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں قادیسیہ کی جنگ میں اپنے چاروں بیٹوں سیمت شامل ہوئی۔ لڑائی سے ایک دن پہلے اُس نے اپنے بیٹوں کو لڑائی کیلئے تیار کیا اور یوں نصیحت کی:

”میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے اور تم نے خوشی سے بھرت کی۔ اُس ذات کی قسم جس کے

جاتے تھے اور مزے مزے اسلامی فتوحات کا حال سنتے جاتے تھے۔ جب ٹھہر سوار شہر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ لوگ حضرت عمرؓ کو امیر المؤمنین کے لقب سے پہاڑ رہے ہیں اور بہت آپ بیرون ہوا اور ذر سے کاپنے لگا اور کہا۔ امیر المؤمنین آپ مجھے معاف فرمادیں کہ میں نے یہ گستاخی کی اور آپ سے ایک معمولی انسان جیسا سلوک کیا۔ پھر اونٹ سے نیچے اونٹ نے کیلئے اونٹ کو کھڑا کر دیا لیکن آپ نے اُسے اُنٹ نے سے روکا اور فرمایا تم سسلہ کو نہ توڑو اور اسی طرح چلتے جاؤ۔ میں بھی تم جیسا انسان ہوں اور اپنے میں اور عام انسان میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ چنانچہ آپ اسی طرح اس کی رکاب میں گھرنک آئے۔“

جب لوگوں کا اطلاع ہوئی کہ قادیسیہ قیمت ہو گیا تو چاروں طرف سے مسلمان جو ق در جو ق امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مبارکباد عرض کرتے۔ آپ نے مجمع عام میں جب قیمت کی غیر سنتی قوام کے بعد ایک نہایت پُر اثر تقریبی۔ جس کے آخری الفاظ یہ تھے:

”میرے بھائیوں میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں اپنا غلام ہاؤں میں خود خدا کا غلام ہوں اور تمہارے جیسا ایک معمولی انسان ہوں بالبتہ میرے سر پر خلافت کا بارکھا گیا ہے اگر میں تمہاری طرح اس طرح خدمت کر سکوں کہ تم اُن سے زندگی برکر سکو تو پھر میرے لئے میں سعادت ہے اور اگر میری یہ خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضری دو اور میری خدمت میں کر بستہ رہو تو میری بدختی ہو گی۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے مسلمانوں کا خادم بننے کی توفیق پہنچے۔“

ایک مجرم کا شوقِ جہاد

جنگ قادیسیہ میں عرب کا مشہور شاعر ابو جن ثقیفی بھی شامل تھا۔ شاعر ہونے کے علاوہ وہ ایک بھادر سپاہی بھی تھا۔ شراب نوشی کے بھر میں اُسے حضرت سعدؓ بن ابی وقار نے جو اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے قید کر دیا۔ ابو جن قید خانہ کے دریچے سے لڑائی کا تماشاد کیجئے تھا اور جو شجاعت میں بے قرار ہو رہا تھا۔ جب وہ اپنے جو شکوہ کو ضبط نہ کر سکا تو حضرت سعدؓ بن ابی وقار نے درخواست کی کہ وہ اُسے تھوڑے عرصہ کیلئے قید خانہ سے آزاد کر دیں۔ اُس نے کہا کہ میں فرار ہونا نہیں چاہتا۔ ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے بھادر سپاہی میدانِ جنگ میں شہید ہو رہے ہیں۔ میں اپنی زندگی کو بے سود سمجھتا ہوں۔ میں اپنے قصور پر نادم ہوں مجھے اجازت دیں کہ میں اس گناہ کا کفارہ ادا کروں۔ اگر میں زندہ رہا تو خود بخود شام کو قید خانہ

ہونا چاہیے۔ جو عالم کسی امیر یا حاکم کا وظیفہ خوار اور دست گرفت ہو وہ انہمار حق میں بے باک نہیں ہو سکتا۔ انسان کتنا ہی آزاد مزاج اور صاف گو ہو سکن احسان وہ چھپا ہو جادو ہے کہ جس کے اثر سے پختا حال ہے۔

امام ابوحنیفہ تمام عمر کی کے زیاد احسان نہیں ہوئے۔ وہ لوگوں کو تعلیم دیتے اور شرعی مسئلے بے باک اور آزادی سے پیان کرتے۔ خود تجارت کرتے تھے اور کسی کے دست گرفتہ تھے۔ اس وجہ سے ان کی آزادی کو کوئی چیز دبائیں سکتی تھی۔

ایک دفعہ گوفد کے گورنر (ابن ہمیرہ) نے آپ سے درخواست کی کہ کبھی کبھی آپ میرے پاس تشریف لایا کریں۔ آپ نے جواب دیا تم سے مل کر کیا کروں گا۔ اگر ہماری سے پیش آؤ گے تو خوف ہے کہ تمہارے دام میں آ جاؤں، اگر غتاب کرو گے تو اس میں میری ذلت ہے، تمہارے پاس جو مال ہے مجھے اس کی حاجت نہیں اور میرے پاس جو علم کی دولت ہے اُسے کوئی پھین نہیں سکتا۔

دیانتداری کی حد

محمد بن عبدالرحمن جوزیادہ ترا ابن ابی لیلیٰ کے لقب سے مشہور ہیں گوفد میں قضا کے عہدہ پر مأمور تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے ایک غلط فیصلہ دیا۔ یہ امام ابوحنیفہ کا زمانہ تھا۔ جب امام صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ نے قاضی کے فیصلہ پر فکر چیزی کی اور کہا کہ یہ اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔ قاضی صاحب اس فکر چیزی پر بہت بڑا ہم ہوئے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ کے خلاف گورنر گوفد سے شکایت کی۔ گورنر نے حکم دیا کہ امام ابوحنیفہ نتویٰ دینا بند کر دیں۔ آپ نے حاکم وقت کی اطاعت کی اور بیہقی کی عذر کے حکم کی تقلیل کا وعدہ کیا۔ ایک دن آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً آپ کی لڑکی نے روزہ کے متعلق آپ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ”اپنے بھائی حادث سے پوچھو شی فتویٰ دینے سے منع کر دیا گیا ہوں“۔ اس وقت آپ کے گھر میں اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔ لڑکی نے کہا اب اب جان میں آپ سے کوئی فتویٰ نہیں لے رہی۔ حکم ارکان اسلام کے متعلق ایک عام مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ نیز یہاں کوئی شخص بھی موجود نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ”میں جس چیز کے متعلق وعدہ کر چکا ہوں اس کی پابندی گھر کے

سوائے کوئی معمود نہیں۔ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے کوئی خیانت نہیں کی اور تمہاری شرافت پر کوئی دھمہ نہیں لگایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں کتنا ٹاوب ہے۔ یہ ذیانا فہا ہونے والی ہے اور آخرت کی زندگی اس سے بہتر ہے۔ تم سب نے ایک دن مرنا ہے لیکن سب سے اچھی موت بہادروں کی موت ہے جو میدان جنگ میں آئے۔ کل صح قم نے میدان جنگ میں جانا ہے۔ تم بہادری اور جوانمردی سے میدان میں جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈشمنوں کے مقابلہ میں مدماگتے ہوئے پڑھو اور جب جنگ کی آگ بہڑ کنے لگے تو تم اُس کے ٹھالوں میں مردانہ اور کوڈا اور جوانمردی سے اسلام کے ڈشمنوں کا مقابلہ کرو۔“

جب دوسرے دن جنگ شروع ہوئی تو چاروں جوانوں میں سے ایک ایک باری باری آگے بڑھا۔ اور جب ایک شہید ہو جاتا تو دوسرا آگے بڑھتا اور ماں کی فتحیت کے مطابق اسلام پر پر بان ہونے کیلئے پروانہ وار جنگ کی آگ میں کوڈتا اور اپنی ماں کے ہمت بڑھانے والے اشعار پڑھتا جاتا۔ آخ چاروں شہید ہو گئے۔ جب شام کو جنگ ختم ہوئی اور حضرت خنسا کو معلوم ہوا کہ اُس کے چاروں بیٹے شہید ہو گئے تو آہ وزاری اور واڈیا کرنے کی بجائے اُس نے کہا:

”ہٹکر ہے کہ میں نے اپنے خالق و مالک کی پیامت ایک اچھے طریقے سے اس کے سپرد کر دی۔ اے میرے آقا، اگر ان بیٹوں کے علاوہ میرا کوئی اور بھی لخت بھر ہوتا تو میں اسے بھی تیرے راستہ میں پیش کرنے سے دربغ نہ کرتی، اے اللہ تیر لا کھلا کھٹکر کر کے اُن کی شہادت سے مجھے شرف بخوا۔“

امام ابوحنیفہؓ کی بے نیازی

خلافتے راشدین خصوصاً حضرت عزؑ کے زمانہ میں جب مدرسے قائم ہوئے تو مدرسون اور معلمون کیلئے روز یعنی مقرر کئے گئے اس کے بعد بعض بڑے بڑے مدارس کے ساتھ کچھ جاگیریں مقرر ہو گئیں جو ان مدرسون کے اخراجات کی کفیل تھیں۔ لیکن شہروں میں عمداً کرام مسجدوں یا اپنے گھروں میں منت تعلیم دیتے تھے اور طلباء سے کسی قسم کا معاوضہ نہیں لیا جاتا تھا۔ البتہ بعض مقامات پر اسلامی حاکموں کی طرف سے ایسے علماء کو نذر انوں کے طور پر کچھ جاتا تھا یا خاص و قیمتی مقرر ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہؓ وظیفہ خواری کے سخت خلاف تھے۔ اُن کی یہ رائے تھی کہ عالم کو بے لाग اور بے تعلق

محفوظ تھیں اور ان کے مال و دولت کی حفاظت کیلئے ان سے جو نکیں لیا جاتا تھا اسے جزیہ کہتے تھے۔ جزیہ کے مقنی جزاً یا معاوضہ ہے۔ مسلمانوں کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی وہ دیکھتے کہ وہ غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت نہیں کر سکتے تو وہ ان سے جزیہ وصول نہیں کرتے تھے۔ جگ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ جب عیسائیوں کو دشمن اور حصہ میں تقسیت ہوئی تو مسلمانوں نے حصہ کے عیسائیوں کو پناہ دی۔ چند روزوں کے بعد مسلمانوں نے دیکھا کہ دشمن ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ کیلئے آ رہا ہے۔ چند روزوں نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو جو اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے رائے دی کہ گورنمنٹ اور پچھل کو شہر میں رہنے والے اور خود شہر کے باہر لٹکر آ راء ہوں۔ ایک سردار نے کہا یہ رائے درست نہیں۔ شہر کے باشندے عیسائی ہیں ہمیں خوف ہے کہ وہ تھسب سے ہمارے الہ و عیال کو پکڑ کر قیصر کے حوالے کر دیں گے یا خود مارڈالیں گے۔ اس پر ابو عبیدہؓ نے کہا اس کا پھر یہ علاج ہے کہ ہم عیسائیوں کو شہر سے نکال دیں تاکہ ہمارے الہ و عیال محفوظ رہیں۔ سپہ سالار کے الفاظ سن کر ایک سپاہی بول اٹھا اے امیرؑ آپ کی یہ رائے گوصلحت وقت کے لحاظ سے درست ہو لیکن یہ انصاف کے خلاف ہے۔ ہم عیسائیوں کو پناہ دے چکے ہیں اور شہر میں اطمینان سے رہنے کا وعدہ دے چکے ہیں۔ اслئے اب انہیں شہر سے نکال دینا بے انصافی اور وعدہ لٹکنی ہو گی اور ایک مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مہد سے پھر جائے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنی قلعتی کو حسوس کیا اور آخر پر فیصلہ ہوا کہ عیسائیوں کو وہ ہیں رہنے والے اور خود وہاں سے چلے جائیں۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے افسر خزانہ کو ملکا کر حکم دیا کہ عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا گیا تھا وہ انہیں واپس کر دیا جائے کیونکہ وہ رقم اس مقصد کیلئے لی گئی تھی کہ ہم ان کی حفاظت کریں گے لیکن چونکہ ہم شہر سے جا رہے ہیں اور ان کی حفاظت کرنے سے قاصر ہیں، اسلئے ہم اس خراج کے حقدار نہیں۔

عیسائیوں پر اس انصاف کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ رو تے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے ”خدا تمہیں جلد واپس لائے ہم نے آج تک ایسے مصنف مزاج حاکم نہیں دیکھے“۔

اندر اور باہر جگہ لا زی ہے۔ اگر اور کوئی شخص یہاں موجود نہیں تو خدا توہر جگہ موجود ہے۔ میں اپنے وعدہ کے مطابق کسی مسلمان کے متعلق کچھ کہنے کو تیار نہیں۔“ اس کے چند دن بعد گورنمنٹ کی قلعتی کا احساس ہوا اور اپنا حکم نہایت منت سماجت سے واپس لے لیا۔

قومی امانت

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ کہیں سے قیمت کا مال آیا۔ جب حضرت حفصؓ (حضرت عمرؓ بیٹا اور رسول اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ) کو اس کا علم ہوا تو آپ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائیں اور کہا: ”امیر المؤمنین اس مال میں سے مجھے بھی میراث عنایت فرمائیں۔ میں ذوالقرنی سے ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جان پر تیرا حق میرے مال میں ہے اور یہ قیمت کا مال قوم کی ملکیت ہے۔ میں اس میں سے تمہیں ایک درہم بھی نہیں دے سکتا۔ اگر میں ایسا کروں تو یہ بد دیانتی ہو گی۔ کیا تو اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہتی ہے یا اس سے بد دیانتی کرنا چاہتی ہے؟ اگر میں اس قومی مال سے تمہیں ایک درہم بھی دے دوں تو کل مجھے خدا کے سامنے مجرم کے طور پر جواب دینا ہو گا۔“ ام المؤمنین یہ جواب سن کر خاموشی سے اٹھ کر چل گئیں۔

جزیہ اور اسلامی حکومت

آج مسلمانوں پر یہ اسلام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں دوسری قوموں سے جزیہ وصول کیا اور یہ حکومت قوموں پر ایک قسم کی تعذیٰ اور ظلم بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ جرم تھا تو پھر آج ڈینا کی کوئی حکومت بھی اس جرم سے خالی اور مبرأ نہیں۔ ہر حکومت انتظام سلطنت کیلئے اپنی رعایا پر نکیں لگاتی ہے اور اس کے عوض ان کے مال و جان کی حفاظت کرتی ہے۔ اس طرح سے جزیہ بھی ایک نکیں تھا اور خصوصاً ایسے لوگوں سے وصول کیا جاتا جو فوجی ملازمت سے منشی قرار دیے جاتے تھے۔ ایسا نکیں کوئی بوجہ نہ تھا مسلمانوں کو ہر جگہ میں لڑنا پڑتا تھا اور ملک کی حفاظت کیلئے اپنی جان پیش کرنی پڑتی تھی۔ اس لئے وہ اس نکیں سے مستحق تھے۔ لیکن دوسری غیر مسلم قومیں ہر قسم کی فوجی خدمت اور پگار سے مستحقی اور

کہ ”یہ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاو اور جو خود پہنچو وہی ان کو پہناؤ۔ کوئی شخص اپنے غلام کو میرا غلام یا میری لوٹبی نہ کہے بلکہ میرا بچا اور میری بچی کہہ کر پکارو۔“

ایک دفعہ ابوسعود انصاریؓ اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ پیچھے سے آواز آئی ”اے ابوسعود! جس قدر تم کو اس غلام پر اختیار ہے خدا کو اس سے زیادہ تم پر اختیار ہے۔“

جب مُذکور دیکھا تو حضور نبی کریم ﷺ تھے۔ وہ بہت آبدیدہ ہوئے اور عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ“ میں نے اسے آزاد کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا ”اگر ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ میں اپنے اندر پیش لیں۔“

ڈسپلن (ضبط) کی بنظیر مثال

حضرت عمرؓ خود بھی سادہ زندگی برکرتے اور اپنے ماتحت حاکموں کو بھی بھی حکم دیتے۔ ان کے دروازے پر کوئی دربان نہ ہوتا۔ ہر شخص کو جاگت تھی کہ اپنی تکلیف بلا روک توک ہر وقت غلیظہ کے سامنے نہایت آزادی اور بے باکی سے پیش کرے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے عالموں کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ وہ ایک عام مسلمان کی زندگی برکریں۔ اور غریبوں اور معیت زدہ لوگوں کو ان کے دربار میں آنے اور فریاد کرنے سے کوئی چیز مانع نہ ہو اور جب کبھی انہیں یہ اطلاع پہنچتی کہ فلاں حاکم اپنے فرائض میں کوتا ہی کر رہا ہے اور غرباً کو اس کے دربار میں رسائی نہیں تو اسے فوراً بہتر طرف کر دیتے۔

حضرت سعد بن ابی و قاصؓ نے کوفہ میں ایک محل تعمیر کرایا جس کے آگے ڈیورڈھی تھی اور وہاں دربان مقرر کئے گئے۔ جب حضرت عمرؓ کو اس کا علم ہوا کہ اس طرح سے حاجت مندا اور فریاد کرنے والوں کو عامل کے سامنے پیش ہونے سے روکا جائے گا تو آپ نے محمد بن مسلم کو حکم دیا کہ کوفہ جا کر اس ڈیورڈھی کو آگ لگادیں۔ چنانچہ اس حکم کی پوری پوری تعلیل ہوئی اور گورنر زکی یہ ڈیورڈھی اس کی آنکھوں کے سامنے جلا دی گئی۔ مگر اس نے اُف تک نہ کی۔

اسی طرح عیاض بن عمّارؓ کو روم مصر کے متعلق حضرت عمرؓ کو شکایت پہنچی کہ وہ باریک اور زرق بر قی باس پہنچتے ہیں اور انہوں نے اپنے دروازے پر دربان بھمار کے ہیں۔ آپ نے اس کی تحقیقات کروائی اور

گداگری ایک لعنت ہے

ایک دفعہ ایک انصاری حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کچھ بھیک مانگی۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا ”کیا تمہارے پاس کوئی مال یا جائیداد نہیں؟“ اُس نے جواب دیا ”صرف ایک بچھوٹا اور ایک پیالہ ہے۔“ آپ ﷺ نے اُس سے دونوں چیزوں مٹکاؤں اور صحابہ اکرامؓ کو خاطب ہو کر فرمایا ”کیا تم میں سے کوئی شخص ان چیزوں کو خریدنا چاہتا ہے؟“ ایک صحابی نے کہا ”میں دو درہم کے عوض ان کو خرید لوں گا۔“ دوسرے صاحب نے چار درہم کہ۔ آخر آپ ﷺ نے دونوں چیزوں اسی صحابی کو دے دیں اور اس سے چار درہم لے کر اس انصاری کو دیئے اور فرمایا ”جاوہ دو درہم کا گھر میں کھانا لے جاؤ اور دو درہم کی رتنی خریدو اور جنگل سے لکڑیاں لا کر بازار میں بیچو۔ اگر کوئی شخص اپنی آبرو بچانے کیلئے جنگل سے اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گھمہ آٹھا کرلاتا ہے تو اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے۔“

اُس انصاری کو حضور ﷺ کی یہ بات بہت پسند آئی اور اُس نے اُسی دن سے جنگل سے لکڑیاں لا کر شہر میں پیچی شروع کر دیں۔ پندرہ دن کے بعد جب وہ دوبارہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس کے پاس دس درہم تجعیح ہو گئے تھے۔ جن سے اُس نے کچھ کپڑا خریدا اور کچھ غلہ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”یہ مزدوری اچھی یا قیامت کے دن چہرہ پر گداگری اور ذلت کا داعش لگا کر جانا اچھا؟“

غلاموں پر شفقت

نبی کریم ﷺ غلاموں پر خاص شفقت فرماتے۔ آپ ﷺ کی ملکیت میں جتنے غلام آئے آپ ﷺ نے سب کو آزاد کر دیا۔ لیکن وہ حضور اکرم ﷺ کے خوبی اخلاق کے اس قدر گروہیدہ ہو جاتے کہ ماں باپ، وطن اور قبیلہ کو چھوڑ کر آپ ﷺ کی غلامی میں رہنا پسند کرتے۔ زید بن حارثہ حضور اکرم ﷺ کے غلام تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔ ان کے باپ ان کو لینے کیلئے آئے لیکن انہوں نے جانے سے انکار کر دیا اور تمام عمر حضور اکرم ﷺ کی غلامی میں بس رکی۔ حضور ﷺ فرمایا کہ تھے

کہہ کر آپ مدیٰ کے برابر بیٹھ گئے۔

حاکم کے اعمال کی پڑتال

حضرت ابوالمویٰ اشعریؑ بصرہ کے حاکم یا گورنر تھے۔ آپ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ سے وہاں مقرر تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں گروں نے بغاوت کی اور حضرت ابوالمویٰؓ نے ان کی سرکوبی کیلئے ایک اسلامی لشکر کی تیاری کی۔ آپ نے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کیا اور چہاد کا وعظ کیا اور خدا کے راستے میں ذہنی وی آرام و آسائش کو ترک کر کے پیادہ پا چلنے کے فضائل بیان کئے۔ اس وعظ کا یہ اثر ہوا کہ جن مسلمانوں کے پاس گھوڑے بھی تھے انہوں نے بھی یہ ارادہ کر لیا کہ وہ ٹوپ دارین حاصل کرنے کیلئے پیڈل ہی جنگ میں شریک ہوں گے۔

دوسرے دن جب تمام مسلمان ہتھیار بند ہو کر میدان جنگ کی مکمل تیاری کر کے کوچ کرنے کیلئے اپنے جرمنل یعنی حاکم کا انعقاد کرنے لگا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابوالمویٰؓ جو ایک دن پہلے مسلمانوں کو پیڈل چہاد کرنے کے فضائل بیان کر رہے تھے، بڑی شان و شوکت سے ایک ٹرکی گھوڑے پر سوار شودار ہوئے ہیں اور آپ کے ساتھ چالیس خپروں پر سامان سفر لدا ہوا ہے۔ جب لوگوں نے اپنے جرمنل کی یہ حالت دیکھی تو آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا ”تمہارے قول اور فعل میں یہ کیسا اختلاف ہے۔ تم جس چیز کی لوگوں کو ہدایت کرتے ہو اس پر خود عمل کیوں نہیں کرتے۔ تم نے ہمیں راہنمادی میں پیڈل چڑھ کی ترغیب دی اور اپنے لئے آرام و آسائش کا اتنا سامان لے رکھا ہے۔“

حضرت ابوالمویٰؓ اس کا کوئی تسلی بخشن جواب نہ دے سکے۔ اسی وقت چند آدمی یہ ٹھکایت لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت عثمانؓ نے فوراً انہیں بر طرف کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن عامر کو منزرا کر دیا اور فرمایا ”جس کے قول اور فعل میں اتنا اختلاف ہو وہ حکومت کا الی نہیں ہو سکتا۔“

جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ باتیں درست ہیں تو آپ نے انہیں مدینہ منورہ طلب کیا۔ باریک کپڑے اُتے اُتے دیئے اور بالوں کے کپڑے پہننا کر جنگل میں بکریاں چانے کیلئے بھیج دیا۔

حضرت عیاضؓ کو یہ بہت ناگوار گزرا اور بار بار کہتے تھے ”اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔“ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”تمہیں اس پیشہ اور لباس سے کیوں عار ہے۔“

خودداری

حضرت عمر فاروقؓ کے خلافت کے زمانہ میں ادنیٰ اور اعلیٰ کی تیزی اُزگی تھی۔ شاہ و گدا، امیر و غریب سب ایک ہی حال اور لباس میں نظر آتے تھے۔ آپ نے خود منون بن کر تمام مسلمانوں کو اسلامی مساوات کا درس دیا اور لوگوں کے دلوں میں یہ پامل راحخ کر دیں کہ حاکم و حکوم اور امیر و غریب سب برابر ہیں۔

جب کبھی آپ کسی مجلس میں موجود ہوتے تو آپ کے لئے کوئی تخت یا گرسی یا کوئی نمایاں چبوترہ نہ ہوتا بلکہ عام مسلمانوں کی طرح بیٹھنے نظر آتے۔ چنانچہ جب قیصر و سری کے سفیر مدینہ منورہ میں آتے تو انہیں یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ خلیفہ یا مسلمانوں کا بادشاہ کون ہے۔ آپ کا لباس ایک معمولی غریب مسلمان کا سا ہوتا جس پر پیوند لگے ہوئے ہوتے اور آپ کے ہر کاب کوئی غلام یا خادم یا چوب بردار نظر نہ آتا۔

خلیفہ کے ساتھ بات چیت کرنے میں مسلمانوں کو ہدایت تھی کہ وہ اُسے اپنا ایک بھائی اور عام انسان سمجھ کر نہایت آزادی اور بے باکی سے ٹھنکو کریں۔ ایک دفعہ دوران ٹھنگوں میں ایک ٹھنگ نے آپ کی تنظیم کیلئے کہا ”میں آپ پر قربان جاؤ۔“ آپ نے اسے روکا اور فرمایا ”ایسا ملت کہا کرو اس سے تمہارا نفس ذلیل ہو جائے گا اور تمہاری خودداری جاتی رہے گی۔“

کئی دفعہ آپ کو مدینہ کے قاضی یا چنگ کے سامنے مدعا علیہ یا گواہ کی حیثیت سے پیش ہونا پڑتا تو آپ اپنی جگہ کسی نائب یا خادم کو نہ بھیجتے بلکہ ایک عام مدیٰ یا گواہ کی طرح پیش ہوتے۔

ایک دفعہ آپ کو زید بن ثابت قاضی مدینہ کے سامنے بطور مدعا علیہ پیش ہونا پڑا۔ جب آپ وہاں پہنچتے تو قاضی کیلئے اپنے قریب جگہ خالی کر دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”تم نے اس مقدمہ میں ہمیں بے انصافی کی۔ اگر تم مجھے مدیٰ کے مقابلہ میں سبقت دو گے تو تم سے انصاف کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔“ یہ

تواضع اور سادگی

حضرت عثمان تمام صحابہ اکرمؓ میں زیادہ امیر تھے اور آپ نے بچپن سے نہایت ناز و فتح پر پرورش پائی تھی لیکن غیر معمولی دولت و شرتوں کے باوجود آپ نے کبھی امیرانہ خواہ نہیں جھائی اور تجارت سے جو کچھ حاصل ہوتا اُس کا کثر حصہ غربیوں اور تجاویں کی حاجت روائی میں صرف فرماتے۔ آپ نے کبھی بھی کوئی زیب و زینت کی چیز استعمال نہیں کی جس سے آپ کا معزز اور دولت مند ہوتا ظاہر ہو۔

آپ کی سادگی اور تواضع کی یہ حالت تھی کہ گھر میں بیسیوں غلام اور لوٹیاں موجود ہونے کے باوجود اپنا کام خود ہی کرتے اور کسی معمولی سے معمولی کام کیلئے بھی کسی کو تکلیف نہ دیتے۔ آپ رات کے وقت تہجد کی نماز کیلئے اٹھتے تو کسی کو جگانے کی تکلیف نہ دیتے بلکہ خود ہی وضو کا سامان کرتے۔ خلیفہ وقت ہونے کے باوجود آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ ہر ایک کے ساتھ نرمی سے بات کرتے اور کوئی تختی سے بات کرتا تو رُگزُر کرتے۔

ایک دفعہ تھعہ کے روز آپ منبر پر وعظ فرمائے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی ”عثمان تو بے کرو اور اپنی بے اعتدالیوں سے باز آؤ“ آپ نے اس شخص سے کوئی مواذہ نہیں کیا کہ تم نے خلیفہ وقت کی کیوں توہین کی بلکہ آپ فوراً قبلہ رخ ہو گئے اور ہاتھ انداشت کرد ڈعا کی ”اے اللہ میں تو بے کرتا ہوں اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو مجھے معاف کر۔“

سچائی کی فتح

رسول اکرم ﷺ کی تعلیم و تبلیغ سے شروع شروع میں جو لوگ مسلمان ہوئے انہیں کفار کہ سخت ٹھک کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے انہیں خود ہی اجازت فرمادی کہ وہ کسی دوسرا جگہ چلے جائیں۔ ان دونوں جبیں کا بادشاہ ہے مجاشی کہتے تھے عدل و انصاف کی وجہ سے بہت مشہور تھا اور جبیں کے ساتھ قریش قدیم زمانہ سے تجارت کر رہے تھے۔ چنانچہ رسول پاک ﷺ کی اجازت سے چند مسلمان جبیں چلے گئے اور وہاں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے۔

جب قریش کو معلوم ہوا کہ یہ مسلم جبشہ میں نہایت آرام کی زندگی بس رکر رہے ہیں تو انہوں نے بہت سے تختے دے کر ایک و فندجاشی کے پاس بیجا۔ اس وفد نے پاریوں کو بھی روشنی اور ان سے بادشاہ کے پاس سفارش کا وعدہ لیا۔ جب یہ وفد بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو پہلے ان لوگوں نے بادشاہ کو سجدہ کیا پھر تختے تھا ناف پیش کے اور کہا کہ ہمارے شہر کے چند ناداؤں نے ایک نیامہ جب ایجاد کیا ہے جو ہمارے اور آپ کے مذہب کے خلاف ہے۔ ہم نے انہیں اپنے شہر سے نکال دیا ہے اور اب وہ آپ کے ملک میں آگئے ہیں۔ وہ ہمارے مجرم ہیں لہذا وہ ہمارے حوالے کر دیے جائیں۔ بادشاہ نے مسلمانوں کو بھیجا اور ان سے پوچھا کہ تم نے کون سا نیامہ جب ایجاد کیا ہے جوہت پرستی اور عیسائیت کے خلاف ہے۔ مسلمانوں نے اپنی طرف سے حضرت جعفرؑ اور حضرت علی المرتضیؑ کو مقرر کیا کہ وہ بادشاہ کے سوالوں کا جواب دے۔

حضرت جعفرؑ نے آگے بڑھ کر بادشاہ کو سلام کہا اور اُس کے سوالوں کا جواب دینا شروع کیا۔ ایک پادری نے آپ پر یہ اعتراض کیا کہ حضرت جعفرؑ نے بادشاہ کو آپ شاہی کے مطابق سجدہ نہیں کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہم کو اللہ کے سوائے کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

”اے بادشاہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ خدا کو جانتے تھے اور نہ اُس کے رسولوں سے آشنا تھے۔ ہم پھر وہیں کو پوچھتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ ہم سے زبردست کمزوروں پر ظلم کرتا تھا۔ خدا نے ہمارے ملک میں اپنا ایک رسول پیدا کیا جس کی خاندانی شرافت پر ہیزگاری اور امانتداری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اُس نے ہمیں پھر وہیں جوہت بولنے، غربیوں پر ظلم کرنے، یتیموں کا اال کھانے اور کسی پر عبادت کرنے کا حکم دیا۔ اُس نے ہمیں اسی اخلاقی اسلامی اور زنا کاری، بدکاری اور قتل و غارت سے ٹھہر لانا سے روکا۔ اُس نے ہمیں اسی اخلاقی اسلامی اور زنا کاری، بدکاری اور قتل و غارت سے بچایا۔ ہم نے ان کی تقلیبات پر عمل کیا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس سے یہ لوگ ہمارے ڈین ہو گئے اور ہم نے ان سے علگ آ کر اپنے ملک کو چھوڑا اور یہاں آ کر آباد ہو گئے۔“

بادشاہ نے کہا جو کتاب تمہارے نبی پر اتری ہے اُس کی چند آئیں سناؤ۔ حضرت جعفرؑ نے سورہ مریم کی چند آئیں تلاوت کیں جنہیں سن کر بادشاہ روپاً اور اُس نے کہا خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عصیٰ پر اترتا تھا ایک عیج چاٹھ کے نور ہیں۔ پھر اُس نے قریش کو کہا کہ تم والوں پڑھ جاؤ میں ان مظلوموں

کو والپن نہیں دیں دیں گا۔

اس طرح بڑی دیر یک اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے اور رورو کر خدا سے معاف مانگتے رہے۔
”اے اللہ تو میری اس زیادتی کو معاف کرو اور مجھے غریبوں اور مظلوموں کی امداد کی توفیق دے۔“

حضرت علی الرضاؑ کی جوانمردی اور جانشنازی

جنگِ أحد کے شروع شروع میں مسلمانوں کو کفار پر فتح ہوئی مگر بعد میں وہ فتح ٹکست میں بدلتی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضور روا کائنات ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت کو ایک خاص جگہ پر مقرر فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ملیں کیونکہ اس طرف سے دشمن کے حملہ کا اندر یہ تھا۔ لیکن جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو کافروں کو بھاگتا دیکھ کر وہ جماعت مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے میدان کی طرف بڑھی۔ انہوں نے سمجھا کہ حضور ﷺ کا حکم صرف اڑائی کے وقت کیلئے تھا۔ جب کافروں نے وہ جگہ خالی دیکھی تو اس طرف سے حملہ کر دیا اور مسلمان دونوں طرف سے کافروں کے نزد میں آگئے اور بہت سے صحابہ اور بھی جنگ میں شہید ہو گئے۔ کفار نے مشہور کردیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ شہید ہو گئے۔ اس سے صحابہ اور بھی پریشان ہوئے اور بعض نے راہ فرار اختیار کی۔

جب رسول اکرم ﷺ حضرت علیؑ کی نظر سے احمد ہو گئے تو وہ ہاتھ میں تکار لئے حضور ﷺ کی تلاش میں دیوانہ وار ڈوڑے۔ پہلے انہوں نے حضور ﷺ کو زندوں میں ڈھونڈا پھر شہیدوں میں تلاش کیا۔ لیکن جب دونوں جگہ ملاقات نہ ہو سکی تو پھر کفار کے لئکر میں گھس گئے اور وہاں جا کر دیکھا کہ کفار کی ایک جماعت حضور ﷺ پر حملہ کرنے کی نیت سے بڑھ رہی ہے۔ حضرت علیؑ ان کی طرف لپٹے اور کفار اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ کفار حضرت علیؑ پر چاروں طرف سے ٹوٹ سے سخت کلامی کی معافی چاہی۔ وہی ڈڑھ اسے دے کر کہا ”میں نے ناقص تمہیں ڈڑھ مارا یہ لوپا بدل لے لو۔“ اس شخص نے جواب دیا مجھے بھی افسوس ہے کہ میں نے بے وقت آپ کو تکلیف دی۔ میں اس ڈڑھے کا بدلہ لینا نہیں چاہتا۔ میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ حضرت عمرؓ پھر گمراہ تشریف لے گئے۔ دور کعت نماز پڑھی اور خدا سے استغفار کی اور اپنے آپ کو خاطب کر کے کہا:

”اے عمرؓ تو گھٹیا آدمی تھا خدا نے تجھے سر بلند کیا۔ تو گراہ تھا تجھے ہدایت کی۔ تو ذیل تھا تجھے عزت دی۔ پھر لوگوں پر بادشاہ ہنا یا۔ اب ایک شخص آ کر کھٹا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلواد اور تو اس کو ڈڑھے مارتا ہے کل

دوسرے دن وہ دکا ایک آدمی پھر بادشاہ کے دربار میں پہنچا اور اس نے کہا، حضور یا آپ کے پیغمبر حضرت عصیؓ کو میرا جانتے ہیں اور اسے خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ حضرت جعفرؓ کو معلوم تھا کہ عیسائیوں کا عقیدہ کیا ہے لیکن انہوں نے بالاخوف جواب دیا:

ہمارے پیغمبر نے ہمیں بتایا ہے کہ عصیؓ خدا کا بندہ اور پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہے جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریمؓ کی طرف ڈالا۔

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا ”والله جو کچھ تم نے کہا حضرت عصیؓ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔“

قریشی اس سے اور بھی مايوں ہوئے اور ناکام ہوئے۔

قصور کا اعتراف

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے کام میں مصروف تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! قلائل شخص نے مجھ پر زیادتی کی ہے۔ میرے ساتھ چل کر اس سے بدلہ لے دو۔ آپ اس پر ناراض ہوئے اور اسے ایک ڈڑھہ مار کر کہا ”جب میں اس کام کیلئے بیٹھتا ہوں تو تم لوگ اس وقت نہیں آتے اور جب میں دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہوں تو تم آ کر نکل کر تھے ہو۔“

جب وہ شخص چلا گیا تو آپ کو اپنے اس فعل پر افسوس ہوا اور اپنا خادم بیچ کر اس شخص کو بھلایا اور اس سے سخت کلامی کی معافی چاہی۔ وہی ڈڑھ اسے دے کر کہا ”میں نے ناقص تمہیں ڈڑھ مارا یہ لوپا بدل لے لو۔“ اس شخص نے جواب دیا مجھے بھی افسوس ہے کہ میں نے بے وقت آپ کو تکلیف دی۔ میں اس ڈڑھے کا بدلہ لینا نہیں چاہتا۔ میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ حضرت عمرؓ پھر گمراہ تشریف لے گئے۔ دور کعت نماز پڑھی اور خدا سے استغفار کی اور اپنے آپ کو خاطب کر کے کہا:

”اے عمرؓ تو گھٹیا آدمی تھا خدا نے تجھے سر بلند کیا۔ تو گراہ تھا تجھے ہدایت کی۔ تو ذیل تھا تجھے عزت دی۔ پھر لوگوں پر بادشاہ ہنا یا۔ اب ایک شخص آ کر کھٹا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلواد اور تو اس کو ڈڑھے مارتا ہے کل

پیچھے ہٹ رہے تھے تو یہ اسلامی جہنڈے کو تھامے ہوئے ستون کی طرح اپنی جگہ پر بیٹے ہوئے تھے۔ دشمنوں میں سے ایک کافر آگے بڑھا اور اسلامی جہنڈے کو سرگول کرنے کیلئے حضرت مصعب پرتوار کا وار کیا جس سے آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا لیکن آپ نے جہنڈا دوسرا ہاتھ میں پکڑ لیا اور اُنکی دشمن نے ایک اور ضرب سے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ انہوں نے دونوں پاؤں کو جوڑ کر جہنڈے کو سینے سے چھٹالیا تاکہ وہ زمین پر نہ گر جائے۔ پھر ایک اور ظالم نے آپ کو ایک تیر مارا جس سے یہ شہید ہو گئے لیکن اپنی زندگی میں اسلامی جہنڈے کو سرگول نہ ہونے دیا۔

حضرت صفیہؓ کی بہادری

حضرت صفیہؓ حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی اور امیر حمزہؓ کی بین تھیں۔ آپ جگِ أحد میں موجود تھیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ بعض مسلمان میدان سے بھاگنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے برچا ہاتھ میں لیا اور جو سپاہی واہیں لوٹنے کی کوشش کرتا اُس کے منہ پر بر چمار کر اسے واپس لوٹا دیتیں۔ جگِ خندق میں حضور اکرم ﷺ نے تمام عورتوں کو ایک قلعہ میں بند کر دیا اور خود صحابہ کے ہمراہ دشمن کے مقابلہ کیلئے نکل۔ جب یہود نے دیکھا کہ قلعہ میں صرف عورتوں باقی رہ گئی ہیں تو ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور ایک یہودی حالات معلوم کرنے کیلئے قلعہ کے اوپر چڑھ گیا۔ اس وقت قلعہ میں عورتوں کے علاوہ صرف حضرت حشمتؓ تھے جو کمروری کی وجہ سے ویں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت صفیہؓ نے حضرت حشمتؓ لوکھا کہ اس یہودی کو گرفتار کر لو گیں شعف کی وجہ سے وہ اس قابل نہ تھے۔ پھر حضرت صفیہؓ نے خیمے کی ایک چوب لے کر یہودی پر حملہ کیا اور اپنا بز بردست وار کیا کہ یہودی وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر اس کا سرٹن سے کاٹ کر قلعہ کے باہر پیچک دیا۔ جب دوسرے یہودیوں نے اپنے ساتھی کا کشاہ ہوا سر دیکھا تو انہوں نے خیال کیا کہ قلعہ میں صرف عورتوں ہی نہیں بلکہ ان کی حفاظت کیلئے مرد بھی موجود ہیں۔ اس وقت حضرت صفیہؓ کی عمر سانچھ سال کے قریب تھی اور اس بڑھاپے میں انہوں نے جو بہادری دکھائی وہ مسلمان عورتوں کیلئے ایک نمونہ ہے۔

اس لڑائی میں حضرت علیؓ کو بہت زخم آئے لیکن حضرت علیؓ کو اپنے زخموں کی پرواہ نہ تھی۔ انہیں رسول اکرم ﷺ سے سچی محبت اور عشق تھا ان کی خواہش تھی کہ خواہ علیؓ کی جان جائے لیکن حضور ﷺ کا بال بیکانہ ہو۔

اسلام کیلئے ایک نوجوان کا ایشارہ

حضرت مصعبؓ ایک مالدار کی تاجر کے بیٹے تھے۔ ان کے باپ عمر نے انہیں بہت ناز و فتحت سے پالا اور انہیں دودو سو درہم کا جزو اپہناتے تھے۔ غرض ان کی پروش شہر ادول کی طرح ہوئی۔ ابھی نو عمر ہی تھے کہ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے۔ جب ان کے گھر والوں کو پڑھا تو انہیں قید کر دیا۔ کچھ عرصہ تک انہوں نے قید و بند کی صحوتیں برداشت کیں جب موقعہ ملا چھپ کر بھاگ گئے اور جب شہ کی طرف بھرت کر گئے۔

جب حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ بھرت فرمائی تو یہ بھی مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور اپنی زندگی اسلام کیلئے وقف کر دی۔ مدینہ طیبہ میں یہ ہر وقت تعلیم و تبلیغ میں مصروف رہتے۔ لوگوں کو قرآن مجید پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھاتے اور مفتریؓ (پڑھانے والا) کے نام سے مشہور ہو گئے۔ انہیں اپنی بھی امیرانہ زندگی کا کبھی خیال پیدا نہ ہوا۔

حضرت نبی کریم ﷺ جب حضرت مصعبؓ کو اس فرقہ فاقہ کی حالت میں دیکھتے اور ان کی سابقہ امیرانہ خاٹھ کا خیال فرماتے تو حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھرا تھا۔

ایک دفعہ دربار نبوت ﷺ میں حضرت مصعبؓ اس طرح حاضر ہوئے کہ جنم ڈھاپنے کیلئے صرف ایک کھال کا گلہ اتھا جس پر جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا ”اب تمام دُنیا اور اہل دُنیا کی حالت بدل جانی چاہیے۔ یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ ناز پروردہ مکہ میں کوئی نہ تھا۔ لیکن اب اسلام کی محبت نے اُسے تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔“

یہ میدان جگ میں سب سے آگے ہوتے اور نہایت استقلال کے ساتھ بہادری کے جو ہر دھاتے۔ جگِ أحد میں مہاجرین کا جہنڈا ان کے ہاتھ میں تھا اور جب مسلمان پریشانی کی حالت میں

پڑھتے۔ جہاں حضور ﷺ منزل فرمایا کرتے تھے وہاں یہ بھی آتتے اور جس جس راستے سے حضور اکرم ﷺ گزر فرمایا کرتے اُسی راستے سے گزرتے۔ یہاں تک کہ اگر کسی جگہ حضور اکرم ﷺ نے طہارت کی ہوتی تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ وہاں پہنچ کر بلا ضرورت محض سنت کی ادائیگی کیلئے طہارت کرتے۔

آنحضرت ﷺ ایک درخت کے نیچو اتر اکرتے تھے۔ ابن عمرؓ بھی اس کے نیچو اترے اور اسے ہمیشہ پانی دیتے تھے۔ تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے اور ہمیشہ سربراہ رہے اور آپ سنت نبی ﷺ کا لطف انھاتے رہیں۔

ایک مرتبہ حضرت جابرؓ نے لوگوں سے کہا جو آنحضرت ﷺ کے بعد ایسے اصحاب کو دیکھنا چاہے جن میں آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تو وہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو دیکھے۔ پھر آپ نے فرمایا ”هم میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے دُنیا کے مال و دولت نے اپنی طرف مائل نہ کر لیا ہو لیکن حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا دامن کبھی دُنیادی آلائشوں سے آلو دہ نہیں ہوا۔“

ایک مرتبہ آپ نے پانی مانگا۔ آپ کو شستے کے گلاں میں پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے یہ کہہ کر پانی پینے سے انکار کر دیا کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے ایسے گلاں میں پانی نہیں بیٹا۔

صدقہ اور خیرات کی یہ حالت تھی کہ ایک ایک نشست میں بیس بیس ہزار درہم تقسیم کر دیتے۔ کھانا کھانے کے وقت اگر کوئی خُتّاج آ جاتا تو تمام کھانا اُسے دے دیتے اور خود بغیر کھانے کے دستِ خوان سے انٹھ پیٹھتے۔

ایک مرتبہ سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے راستے میں ایک اعرابی ملا۔ آپ نے اُسے سلام کیا اور سواری کا جانو اور ممامہ اٹا کر اُسے دے دیا۔ ابن دیبار آپ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے عرض کی یہ لوگ تو معموں چیزوں سے خوش ہو جاتے ہیں ان کیلئے اتنی فیاضی کی ضرورت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا اس شخص کا باپ میرے باپ کا دوست تھا اور میں نے حضور اکرم ﷺ سے سناتا ہے کہ سب سے بڑی بیکی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہے۔

تمثیلی شہادت

حضرت عبداللہ بن حوش نے ابتداء میں اسلام قول کیا اور جگ بدر میں شریک ہوئے۔ جگ احمد میں شریک ہونے پر انہیں شہادت کا اس قدر شوق تھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جگ احمد کے ایک روز پہلے میں نے اور حضرت عبداللہ نے اکٹھی دعا مانگی۔ میری دعا کے الفاظ یہ تھے یا اللہ کل جو دشمن میرے مقابلہ میں آئے مجھے اس پر غالب کرنا تاکہ میں اُسے قتل کر دوں اور حضرت عبداللہؓ کی دعا کے الفاظ یہ تھے:

”اے غدائل میدان جگ میں میرا یہی شخص کے ساتھ مقابلہ ہو جو نہایت طاقتور ہے اور غصب ناک دشمن ہو۔ میں تیرے راستے میں اس کے ساتھ جگ کروں۔ یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ پھر وہ میرے ناک اور کان اور دوسرے اعضاہ کاٹ دے اور جب میں قیامت کے دن تیرے سامنے پیش ہوں۔ اور مجھ سے پوچھا جائے کہ اے عبداللہ تیرے کان اور ناک کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں یا رب العالمین تیرے لئے اور تیرے رسول کیلئے۔“

انہیں شہادت کی اس قدر زبردست تمثیل تھی کہ وہ قسم کما کر کہتے تھے کہ اے اللہ: میں تیری قسم کما کر کہتا ہوں کہ میں خدا اور رسول ﷺ کے دشمنوں سے لڑوں گا اور وہ مجھے قتل کر کے میرے کان ناک اور دوسرے اعضاہ کو کاٹ دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جگ احمد میں آپ شہید ہوئے اور کافروں نے آپ کے اعضاہ کاٹ دیے۔

پابندی سنت

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ زندگی رسول پاک ﷺ کی زندگی کا عکس اور پورا پورا نمونہ تھی۔ کہتے ہیں کہ انہیں پابندی سنت کا اس قدر خیال تھا کہ نہ صرف عبادتوں اور مذہبی معاملات میں بلکہ آنحضرت ﷺ کی اتفاقی عادات کی بھی بیرونی کرتے۔

جب آپ حج کیلئے روانہ ہوتے تو جس جگہ حضور اکرم ﷺ نے نمازیں پڑھیں وہاں نمازیں

حضرت ابوالیوبؓ نے جس عقیدت مندی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی میزبانی کی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ آپ حضور ﷺ کے متعلق شیدائی تھے اور تمام جنگوں میں حضور ﷺ کے ہر کاب رہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی مجالس کا پیر اٹھا کر ان کی زندگی صداقت پا کیزگی اور نیکی کا ایک نمونہ بن گئی۔ آپ حق گوئی میں کسی حاکم کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔

جگ رومن میں آپ شریک تھے۔ قلع رومن کے بعد ایک مسلمان افسر بہت سے قیدیوں کی گمراہی کر رہا تھا جہاڑا ایک جہاز پر سوار کئے گئے تھے۔ حضرت ابوالیوبؓ کا اڈھر سے گز ہوا تو آپ نے دیکھا کہ ایک عورت زار زار رورہی ہے۔ آپ نے اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس عورت کا بچہ اس سے چھین کر الگ کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابوالیوبؓ نے بچے کو ملاش کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر عورت کے پر درکر دیا۔ افسر کو یہ بات ناگوار گز ری اور امیر سے اس کی ہدایت کی کہ ابوالیوبؓ نے ضابطہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ آپ سے جواب طلب کیا گیا کہ ایسا کیوں کیا۔ آپ جوش سے بولے رسول اللہ ﷺ نے اس طریقہ سے منص فرمایا ہے۔ اس لئے ابوالیوب ایسے ظلم کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ رسول خدا ﷺ کے حکم کے مقابلہ میں کسی ضابطہ اور دستور کو قابلِ احترام نہیں سمجھتا۔ جب امیر نے آپ کا یہ جواب سننا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھرا ہے اور ابوالیوبؓ کا شکریہ ادا کیا اور آپ سے مذہرات چاہی اور تمام افسروں کو حکم دیا کر قیدیوں پر تختی نہ کی جائے اور کسی کے ساتھ خلاف انسانیت سلوک نہ کیا جائے۔

عدل و انصاف کی بے نظریہ مثال

حضرت عمرؓ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہت بخت گیر تھے۔ لیکن اس بخت گیری کے باوجود جس چیز نے اُن کی حکومت کو مقبول عام بنا دیا وہ اُن کا عدل و انصاف تھا۔ وہ اتنے مُعصف مزان اور عادل تھے کہ کسی جنم کی سزا دینے میں کسی کی عظمت اور بڑائی کا لاملا نہ رکھتے۔ اپنی اولاد اور عزیز واقارب کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی وہ عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ چنانچہ ان کے بیٹے ابو شمہ کا قصہ مشہور ہے کہ آپ نے خودا پر ہاتھ سے انہیں کوڑے مارے جس کی وجہ سے وہ بلاک ہو گئے۔

حضرت عمرو بن العاص جو مصر کے گورنر تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا

حق گوئی و بے باکی

حجاج ابن یوسف نہایت ہی جابر اور ظالم حاکم تھا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کے سامنے دم مار سکے لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نہایت بے باکی کے ساتھ اس کے منہ پر گی بات کہتے اور نہایت تختی سے اس پر نکلتے چھین کرتے۔

ایک مرتبہ حجاج مسجد میں جمعہ کا خطبہ دے رہا تھا جسے اس نے بہت لمبا کر دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ کسی کو مجال نہ تھی کہ حاکم وقت کو رو کے۔ لیکن ابن عمرؓ نے اسے آزادی کے نماز کا وقت جا رہا ہے تقریباً کوئی ختم کرو۔ جب اس نے توجہ نہ کی تو پھر دوبارہ کہا اور جب اس نے دوسری دفعہ بھی توجہ نہ کی تو آپ نے لوگوں کو خاطب کر کے کہا ”اس شخص کو نماز کی ضرورت نہیں اگر میں اٹھ جاؤں تو کیا تم بھی اٹھ جاؤ گے۔“ لوگوں نے کہا ہاں۔ پھر آپ اٹھ کر مٹے ہوئے اور لوگوں کو بھی اٹھنے کیلئے کہا۔ تب حجاج نمبر سے نیچے اتر آیا اور نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تمہیں چاہیے کہ فوراً نماز آپ نے فرمایا: ”ہم نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تمہیں چاہیے کہ فوراً نماز ادا کرو اور اگر کچھ اور تقریباً کرنا چاہو تو نماز کے بعد جو چاہو بک لیا کرو۔“

ایک اور مرتبہ آپ نے حجاج کے منہ پر کہا ”یہ خدا کا ذمہ ہے اس نے خدا کے حرم کی بے خرمتی کی۔ بیت اللہ کو تباہ کیا اور اولیاء اللہ کو قتل کیا۔“

قیدیوں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم

حضرت ابوالیوب انصاریؓ وہ بزرگ ہیں جن کے مکان پر حضور سرور کائنات ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے پر سب سے پہلے قیام فرمایا۔ آپ خاندان نجار میں سے تھے اور عقبہ کی گھانی میں جا کر حضور ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے ہجرت فرمانے پر ناقہ رسول ابوالیوبؓ کے مکان پر جا کر شہر گئی اور حکم ربی کے مطابق حضور ﷺ نے ابوالیوبؓ کے مکان کو قیام کیلئے پسند فرمایا۔

جب اس واقعہ کی خبر عبدالرحمٰن کی ماں کو بھی تو اُس نے کہلا بھیجا کہ ہر کوڑے کے بد لے پیدا ہوا ایک جو کروں گی اور اتنے درہم خیرات کروں گی۔ لیکن آپ نے فرمایا جو اور صدقہ سزا کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ آپ نے پوری حمداری اور آخری کوڑے پر لڑکا زمین پر گرد پڑا۔ اب حضرت عمرؓ نے اسے گود میں اٹھایا اور روتے ہوئے کہا اپنائیا تو میرا خست چکر خدا نے تمہیں گناہوں سے پاک کر دیا۔ جب تو رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو تو میرا سلام عرض کرنے کے بعد میرا بیخاوم دینا کہ عمرؓ آپ ﷺ کے حکموں کی پوری اطاعت کر رہا ہے۔

عورت کیلئے سب سے بڑی نیکی

ایک صحابہ اسما بنت یزید انصاری حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا اور ہم عورتیں بھی اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لے آئیں۔ لیکن ہم مکانوں میں بندوقتی ہیں۔ مرد جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں اور ٹوپ کے کاموں میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں۔ ہم گھروں میں بیٹھے کر صرف ان کی اولاد کی پرورش کرتی ہیں۔ لیکن ان کے برادر ٹوپ حاصل نہیں کر سکتیں۔

حضور اکرم ﷺ اسما کی گفتگوں کر اپنے صحابہ اکرامؓ کی طرف خاطب ہوئے اور فرمایا "کیا تم نے دین کے بارے میں اس عورت سے بہتر کوئی سوال کرنے والی سنی؟" سب نے جواب دیا "حضور ﷺ میں ایسا خیال نہ تھا کہ کوئی عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے۔"

پھر آپ ﷺ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا "غور سے سن اور سمجھ کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا بہتا و کرنا اور اس کی خوشنودی ڈھونڈنا اور اس کی اطاعت کرنا ان سب چیزوں کے ٹوپ کے برادر ہے۔"

ایک اور مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اگر میں اللہ کے سوائے کسی اور کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں"۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا "اُس ذات کی قسم جس کے

کہ مجھے اطلاع دی گئی کہ عبدالرحمٰن بن عمرؓ اور ابو سرہؓ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں اندر بلالیا۔ جب وہ دونوں اندر آئے تو بہت افرادہ نظر آئے۔ انہوں نے مجھے کہا تم نے کل شام کو نیزہ پی۔ ہمارا خیال تھا کہ اس میں نہیں۔ لیکن پینے کے بعد ہمیں نشہ آ گیا۔ ہم پر خدا کی حمد جاری کیجئے۔ میں نے انہیں ٹالا چاہا مگر عبدالرحمٰن نے کہا اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو میں اپنے باپ کو اس کی اطلاع دے دوں گا۔ حضرت عمرؓ بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عمرؓ کا نام سننا تو امیر المؤمنین سے خوف پیدا ہوا۔ اس لئے میں انہیں اپنے گھر کے گھن میں لا یا اور ان کو حمداری۔ لیکن حضرت عمرؓ کو اس کے متعلق کوئی اطلاع نہ دی۔

چند دن کے بعد مجھے امیر المؤمنین کی طرف سے ایک خط ملا۔ جس میں انہوں نے مجھے تحریر فرمایا کہ مجھے تمہاری جرأت اور بد عہدی سے تجھب ہوا ہے اور میں تم کو مزروع کر کے چھوڑوں گا۔ تم نے عبدالرحمٰن کو اپنے گھر میں حمداری ہے اور میرا بیٹا سمجھ کر اس سے رعایت کی اور احتیازی سلوک کیا ہے۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں کسی شخص کے ساتھ رعایت نہیں کرتا۔ جب تم کو میرا خط ملے تو اسے فوراً میرے پاس بھجوتا کہ وہ اس گناہ کی سزا کا مرا چھپے۔

حضرت عمرؓ بن العاصؓ نے اس حکم کی تقلیل کی اور ابو محمدؓ کو دربارِ خلافت میں بیچج دیا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ میں نے انہیں اپنے گھر کے گھن میں حمداری اور میں ہر مسلمان اور ذمی کو اپنے گھر کے گھن ہی میں حدا رتا ہوں۔ جب ابو محمدؓ پیش ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا "عبدالرحمٰن تم نے یہ جرم کیا ہے۔" انہوں نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان کے متعلق سفارشی گفتگو کی اور کہا "امیر المؤمنین ان پر حمد جاری ہو چکی ہے۔" لیکن آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور انہیں دوبارہ حمداری جس کی وجہ سے وہ پیار ہو گئے اور پھر انتقال کر گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب انہیں اسی کوڑے الگ چکر تو وہ بیویوں ہو گئے اور نوے کوڑے لگتے پر ان کی زبان بند ہو گئی۔ صحابہ نے کہا کہ باقی کوڑوں کو کسی دوسرے وقت کیلئے ملتاوی کر دو۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ جس طرح گناہ دوسرے وقت پر تالا انہیں جا سکتا اسی طرح اس کی سزا بھی ٹالی نہیں جا سکتی۔

صحبت کا اثر

یہ قاعدہ ہے کہ نیک آدمی کی صحبت اور مجلس سے انسان نیک اور بد کردار کی صحبت سے بد ہو جاتا ہے۔ جتنا ہی ایک شخص زیادہ نیک اور پاکیزہ اخلاق ہوگا اُن تھیں اُس کے پاس بیٹھنے والوں پر اس کا اثر زیادہ ہوگا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس عرب اور عموم کے مختلف حصوں سے بے شمار لوگ تشریف لاتے۔ اُن میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ نام زندگی فرش و فبور میں گزری ہوتی لیکن وہ چند دن کی صحبت سے اخلاق حمیدہ کے بہترین رنگ میں رنگے جاتے۔ آپ ﷺ کے گرد والوں پر حضور ﷺ کے ساتھ قیامت و غنا کا یہ اثر ہوا کہ ادی دنیا اور اُس کا مال و دولت اُن کی نظر میں میں بالکل حقیر اور بے چیز تھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں درہموں کی دو بوریاں بیٹھ کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے انہیں تسلیم کرنا شروع کر دیا اور شام تک سب ختم کر دیئے اور ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ خود روزہ دار تھیں۔ جب اظماری کا وقت آیا تو ایک روٹی اور کچھ زیتون کے تیل کے سوائے گھر میں کچھ نہ تھا۔

ایک دن حضور اکرم ﷺ حضرت فاطمۃ الزهرۃ کے پاس تشریف لائے اور دیکھا کہ حضرت فاطمۃؓ کے ہاتھ میں سونے کا گنگن ہے اور آپ ایک گورت سے ذکر کر رہی تھیں کہ ابو الحسن (علیٰ) نے مجھے یہ لگن ہدیہ دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”اے فاطمۃؓ! کیا تجھے پسند ہے کہ لوگ کہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی کے ہاتھ میں آگ کا کڑا ہے۔“ آپ ﷺ یہ فرمایا کہ تشریف لے گئے لیکن خاتون جنت پر اس کا یہ اثر ہوا کہ آپ نے اُسی وقت اُس سونے کے کڑے کو فروخت کر دیا اور اُس کی قیمت سے ایک غلام آزاد کر دیا۔

ایفا کے عہد

آج دنیا میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو وصولی کی پابندی کرتے ہوں اور وحدہ خلائی کو منیب بھکت ہوں۔ جس طرح ہم بات بات میں جھوٹ بولتے ہیں اسی طرح چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے

قضہ قدرت میں میری جان ہے گورت اُس وقت تک اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے۔“

ڈب و قناعت

سردارِ دو عالم اور تاجدارِ مدینہ ﷺ کے جو دو خاکی یہ حالات تھی کہ اکثر اوقات مسجد کا تمام حکم مال و دولت سے بھر جاتا اور آپ ﷺ اس وقت تک اپنی بھگہ سے نہ اٹھتے جب تک کہ سارا مال قیم نہ کر دیتے اور اپنے لئے ایک درہم بھی نہ رکھتے۔ قبة بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور جلدی سے پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ تیزی کے ساتھ گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پاہر تشریف لائے اور فرمایا مجھے یاد آگیا کہ میرے پاس تھوڑا سا سونا باقی رہ گیا تھا اور مجھے خدا شہ پیدا ہوا کہ نیں وہ پرانا نہ جائے اس لئے میں نے اسے جلدی سے تسلیم کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ کے گھر کی یہ حالت تھی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے گرد والوں نے گھوپ کی روٹی متواتر تین دن تک پیپٹ بھر کر نہیں کھائی۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عروہ سے فرمایا ”اے میرے بھائی! ہم پر دو دو تین تین مہینے گزر جاتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی“، عروہ نے کہا ”خالہ جان! پھر آپ کی گزاروں کا کس طرح ہوتی تھی؟“ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا ”ہم بھجو اور پانی پر گزارہ کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمسایہ انصاری حضور ﷺ کو بکریوں کا دودھ پینچ دیا کرتے تھے۔

جب آپ ﷺ مرض الموت میں چلتا تھے تو آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ گھر میں سات اشر فیاں رکھی ہیں۔ آپ ﷺ نے گرد والوں کو حکم دیا کہ انہیں خیرات کر دیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے وہ سات اشر فیاں ملنگوں اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا ”محمد ﷺ اپنے پروردگار کو کیا جواب دے گا جبکہ وہ خدا کے سامنے جائے گے اور یہ اشر فیاں ان کے ساتھ ہوں گی“۔ یہ فرمایا آپ ﷺ نے انہیں غریبوں اور مسکینوں میں بانت دیا۔

مہمان نوازی

عرب مہمان نوازی کیلئے مشہور ہیں لیکن اسلام نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اکثر صحابہ اکرامؓ کی یہ عادت تھی کہ وہ کسی مہمان کے بغیر کھانا دکھاتے اور جس دن کوئی مہمان یا محتاج اُن کے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہوتا انہیں خینہ نہ آتا۔ اگرچہ شروع میں لوگ غریب اور نادار تھے لیکن اُن کی سیر چشمی اور فرمائی ضمی

کا یہ عالم تھا کہ خود بھوکے رہتے تھے مہمان غریب اور محتاج کے سوال کو رد نہ کرتے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک فاقہ زدہ مسافر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس دن حضور ﷺ کے گھر میں کوئی چیز کھانے کو نہ تھی۔ حضور ﷺ نے صحابہ اکرامؓ سے مخاطب ہو کر پوچھا "آج رات کون شخص اس مہمان کی ضیافت کا حق ادا کرے گا؟"۔ حضرت ابو طلحہؓ فوراً بول اٹھے "یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت بخشیں کہ میں اسے اپنے گھر لے جاؤں۔" حضور اکرم ﷺ نے خوش سے اسے اجازت دی۔ آپ گھر تشریف لے گئے اور بیوی سے پوچھا کھانے کو کچھ ہے؟ اُس نے جواب دیا صرف بچوں کیلئے کچھ تمہوڑا سا کھانا ہے۔ آپ نے کہا بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دوازدھ جب میں مہمان کو لے کر آؤں تو ہتنا بھی کھانا موجود ہے ہمارے آگے رکھ دینا اور چدائی بجھا دینا تاکہ مہمان کو یہ معلوم ہو کہ ہم بھی ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ بیوی نے ایسا ہی کیا اور حضرت ابو طلحہؓ مہمان کے ساتھ بیٹھ کر صرف ہاتھ ہلاتے رہے اور مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

جب صبح حضرت ابو طلحہؓ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "ابو طلحہؓ آج رات تمہارے خون سلوک سے اللہ تعالیٰ تم پر بہت راضی ہوا کہ تم نے مہمان کو اپنے پر ترجیح دی۔"

یہ مسلمانوں کی غربت کا زمانہ تھا لیکن اسلامی فتوحات نے جب ان لوگوں کو مالا مال کر دیا تو پھر ان کی فیاضی کا کچھ شمارہ نہ تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص دس ہزار درہم کیلئے ڈعا کر رہا تھا، حضرت حسن بن علیؓ ادھر سے گزرے آپ نے سن اور گھر جا کر پورے دس ہزار درہم اُسے بیچ دیے۔

بڑے عہد کو بھی توڑتے رہتے ہیں اور اسے ایک معمولی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وعدہ کی پابندی ہمارے محاشرتی اور سیاسی نظام کیلئے نہایت ضروری چیز ہے اور جو شخص وعدے کا پابند نہ ہو وہ مکمل انسان ہی نہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا دینَ لَهُ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (جو شخص وعدے کا پابند نہ ہو اُس کا کوئی نہ ہب بیاد نہیں) اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْنُوفًا (قیامت کے دن تم سے وعدہ کے متعلق ہانہ س کی جائے گی)۔

حضرت عبد اللہ بن ابی الحسن فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے مبہوت ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ میں نے کسی خرید و فروخت کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ سے معاملہ کیا اور حضور ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں کل فلاں وقت فلاں مقام پر بھی جاؤں گا۔ حضور ﷺ وعدہ کے مطابق مقررہ وقت پر اُس مقررہ جگہ پر بیٹھ گئے۔ لیکن میں اپنا وعدہ بکھول گیا۔ تین روز کے بعد مجھے اپنا وعدہ بیاد آیا اور جب میں اس مقام پر بیٹھا تو حضور اکرم ﷺ وہاں موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ ﷺ نے مجھے بہت تکلیف دی۔ میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

حضور اکرم ﷺ کی تعلیم کا اثر تھا کہ صحابہ اکرامؓ بھی کام کا وعدہ کرتے تو ہر قیمت پر اسے پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ وعدہ تو بڑی چیز ہے صحابہ اکرامؓ اگر کسی کام کا ارادہ بھی کر لیتے تو اسے پایہ محیل تک پہنچاتے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشرفؓ نے حضرت انسؓ سے کہا "میں فلاں دن سفر کرنے والا ہوں۔ میرے سفر کا انتظام کر دو۔" روائی کے وقت سامان کی تیاری میں کچھ کم تھی۔ حضرت انسؓ نے انہیں ایک دن تھہر نے کیلئے کہا لیکن حضرت ابو موسیٰ اشرفؓ نے فرمایا "میں گھر کے لوگوں سے کہہ چکا ہوں کہ فلاں تاریخ کو سفر کرنے والا ہوں اب میں اگر ان سے جھوٹ بولوں تو وہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے۔ اگر ان سے خیانت کروں تو وہ مجھ سے خیانت کریں گے۔ اور اگر وعدہ خلافی کروں تو وہ مجھ سے وعدہ خلافی کریں گے۔" چنانچہ آپ مقررہ دن اور مقررہ وقت پر روانہ ہو گئے اور اس بات کی پرواہ نہ کی کہ سامان مکمل ہوا ہے یا نہیں۔

اس کے بعد آپ نے تمام عاملوں کو حکم بھیج دیا کہ تمام سلطنت میں غصب ہدہ مال اور جاگروں کو واپس کر دیں۔ کہتے ہیں کہ عراق میں اس کثرت سے مال واپس کیا گیا کہ وہاں کا خزانہ خالی ہو گیا۔

آپ کی پیوی فاطمہ کو اس کے باپ عبد الملک نے ایک بیش قیمتی ہیرادی تھا آپ نے اسے حکم دیا کہ یا اسے مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا مجھے چھوڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ فرمابدار یہوی نے فوراً وہ ہیرابیت المال میں داخل کر دیا۔

پرہیز گاری کا نمونہ

حضرت محمد بن سیرین عراق کے باشندے تھے اور گلشیرے کا کام کرتے تھے۔ حضرت عزیز کے زمانہ خلافت میں عجمیوں کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ بعد میں حضرت انس بن مالک نے انہیں آزاد کر دیا۔ ان کی ماں صفیہ حضرت ابوہریرہؓ کی اولادی تھیں۔ یہ وہ صفیہ ہیں جن کے ناکح میں تین امہات المومنین اور اٹھارہ بدری صحابہ نے حصہ لیا۔

ابن سیرین نے حضرت انس بن مالک کے دامن میں تربیت حاصل کی اور حضرت ابوہریرہؓ اور حسن بصریؓ کی محیت سے استفادہ کیا۔

آپ علم و عمل کا پیکر تھے اور ڈھدا نقاش کے مجسمہ تھے۔ انہیں قضا کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن آپ نے انکا کر دیا۔ لوگ کہتے تھے ”ابن سیرین دن کو بنتا ہے لیکن رات خوف الہی سے رونے میں گزارتا ہے۔“

آن کے پاس جو جرایا کے پر گزہ میں ایک قطعہ زمین تھا جہاں انگوروں کی کافی مقدار تھی۔ آن کے مزارع ان نے آن سے انگور کا فutherford یعنی رس نکالنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا فutherford سے شراب پیدا کی جاسکتی ہے اس لئے میں حرام چیز کی پیداوار میں محاodon نہیں ہو سکتا۔ بہتر ہے کہ تم انگور کو خشک کر کے اس کا منہہ بنالو۔ انہوں نے کہا اس انگور کا منہہ نہیں بن سکتا۔ آپ نے جواب دیا اچھا پھر اس انگور کو سستے دام بھیج دو۔ انہوں نے کہا اتنی لکھی نہیں ہو سکتی۔

چند دن کے بعد وہ پھر آئے اور بتایا کہ انگور کی کافی مقدار باقی ہے اس کا کیا کیا جائے۔ سو اسے فutherford بنانے کے کوئی چارہ نہیں۔ لیکن آپ نے افسرده بنانے کے مقابلہ میں اس کے خلاف کردیئے کوتراجی دی اور تمام انگور دریا میں پھیل کر دیئے گئے۔ گویا کہ ایک بہت بڑے لفڑ کی خاطر انہوں نے اپنے اتفاقوں

خلیفہ عمر بن عبد العزیزؓ کا اعدل

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ خاندان امیہ کے تمام حکمرانوں میں سے بہترین حکمران اور تمام اخلاقی خلیفوں کے حامل تھے۔ وہ خلافتے راشدین کے نقش قدم پر چلے اور حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کا پورا پورا نمونہ تھے۔ سیمان اموی کی وفات کے بعد جب آپ سخت شیخ ہوئے تو چونکہ ان کا انتخاب جہوڑی طریقہ سے نہیں ہوا تھا اس لئے غور فکر کے بعد وہ سلطنت سے دستبرداری پر آمادہ ہو گئے اور لوگوں کو حق کر کے ان کو کہا ”لوگوں مجھے تھاری رائے کے بغیر خلیفہ بنادیا گیا ہے اس لئے میری بیعت کا جو طوق تھاری گردان پر ہے میں اسے اتنا راجا ہتا ہوں۔ تم ہے چاہو خلیفہ مقرر کرلو۔“

آپ کی تقریبیں کرسنبے اتفاق رائے سے کہا ”هم آپ کو خلیفہ مانتے ہیں اور سب آپ کی خلافت پر راضی ہیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ کسی شخص کو میری خلافت سے اختلاف نہیں تو اس وقت اس بوجھ کو اٹھایا اور مسلمانوں کے سامنے یوں تقریبی کی:

اما بعد۔ ہمارے نبی ﷺ کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں۔ اور خدا نے ان پر بونکتاب نازل کی ہے اس کے بعد دوسری کتاب آنے والی نہیں۔ خدا نے جو چیز حلال کر دی وہ قیامت تک حلال ہے اور جو حرام کر دی وہ قیامت تک حرام ہے۔ میں اس کتاب کی موجودگی میں کوئی بیان قانون نہیں بناؤں گا۔ صرف احکام الہی کو نافذ کروں گا۔ کسی کو حق نہیں کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ میں تم سے یہ حیا آدمی نہیں ہوں بلکہ تھاری طرح ایک معمولی انسان ہوں۔ البتہ مجھ تک سے زیادہ بوجھ ڈالا گیا ہے۔“

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ خاندان امیہ کے خلیفوں اور حاکموں نے غربیوں کی جن ملکیتیوں کو اپنی جاگیریں بنالیا تھا وہ سب آن کے اصلی حقداروں کو واپس کر دیں اور سب سے پہلے اپنے پاس جو موروثی جاگیریں تھیں ان کو واپس کیا۔

آن کے خاندان نے اس بات کی سخت خلافت کی لیکن آپ نے عام مسلمانوں کو بلا کر کہا ”ان لوگوں (خلافتے نبی امیہ) نے ہم لوگوں کو اپنی جاگیریں دیں جن کے دینے کا آن کوئی حق نہ تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کوئی حق ہے۔ اس لئے میں ان سب کو ان کے اصلی حقداروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں۔“

وہ تجارت بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے بہت ساغلہ خریدا۔ بھاؤ چڑھ جانے سے انہیں اس میں اتنی ہزار کا نفع ہوا۔ لیکن ان کے دل میں شک پڑ گیا کہ اس میں سود کا شاہراہ ہے۔ اس لئے تمام کا تمام نفع چھوڑ دیا جا لائے۔ اس میں سود کا مطلق شبہ نہ تھا۔

تجارت کے سلسلہ میں ان کے پاس کھوئے سئے آتے تھے لیکن وہ ان کوئے سکوں کو آگئے چلاتے چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کے ہاں سے اسی قسم کے پانچ نو سئے نکلے۔

ارشاداتِ نبوي ﷺ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اخلاق حسنہ کی فضیلت

حضور رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے میرے نزدیک محبوب اور قیامت کے دن مجھ سے قریب تر وہ شخص ہے جو بہترین اخلاق و صفات سے آراستہ ہے۔ اور میرے نزدیک بُرا اور قیامت کے دن مجھ سے دور وہ شخص ہے جو نکتہ اور سرکشی کرتا ہے۔ اور تکلف اور قصص کی باشیں کرتا ہے۔

چار زریں صحیحتیں

حضور نبی کریم ﷺ کی تواریخ کلمات لکھتے ہوئے تھے: جو ظلم کرے تو اُسے معاف کرو جو تم سے رشتہ توڑے تو اُسے جوڑے جو تمھے بدی کرے تو اُس سے تینی کمزیں سچی بات کہو خواہ تھہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

نیک سلوک

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ حضور رسول و دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تو جہاں کہیں ہو خدا سے خوف کر۔ بدی کے بد لے نیکی اور احسان کر۔ کیونکہ نیکی بُرا اُنی کو مٹا دیتی ہے۔ لوگوں سے نیک سلوک کرو اور حسن اخلاق سے پیش آ۔“

مسلمان کی نشانی

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر ہو ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔“ (بخاری)

کرے۔ بزدی جو مصیبت میں ڈالے تم ظلم کرنے سے بچتے رہو کیونکہ ظلم قیامت کے دن ظلمتوں سے ہوگا۔

ہاتھ سے کما کر کھانا

حضرت مقدمؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ”کسی شخص نے کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے کو کھائے (یعنی ہاتھ سے خود کما کر کھانا سب سے بہتر ہے) اور اللہ کے نبی داؤؓ اپنے ہاتھ کی سماں کھاتے تھے۔“

مسلمان سے بھائی کرنا

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ہلاکت میں ڈالے اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا۔ اور جو کسی مسلمان بھائی سے کوئی مصیبت ڈور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت اس سے ڈور کرے گا۔“ (بخاری)

بھائی کی مدد

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے بھائی کی مدد و خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مسلمان اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کریں گے لیکن اگر ظالم ہو تو اس کی مدد کیسے کریں۔ فرمایا اس کے ہاتھ کپڑا لو۔ یعنی اسے ظلم نہ کرنے دو۔“ (بخاری)

معافی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ: ”جس نے کسی مسلمان کی ظلم آبروریزی کی یا کوئی اور ظلم کیا ہو وہ اس سے آج معافی مانگ لے۔ اس سے پہلے کہ وہ دن آئے کہ اس کے پاس نہ درہم ہو گا نہ دینار۔ اگر اس کے کچھ نیک عمل ہوں گے تو وہ اس ظلم کے عوض اس سے لے لئے جائیں گے۔ اور اگر اس کے پاس کوئی نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس زیادتی کرنے والے پر لا دادیئے جائیں گے۔“ (بخاری)

مومن کی علامت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“ (بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محظوظ نہ ہو جاؤں۔“ (بخاری)

مناقف کی نشانیاں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مناقف کی تین علاشیں ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے۔“ (بخاری)

فسق اور کفر

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر۔“

بیعت کی شرطیں

حضرت جریر بن عبد اللہ بیکؓ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بیعت کرنے کیلئے حاضر ہو تو میں نے اسلام پر بیعت کی تو حضور ﷺ نے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کی بھی شرط لگائی (یعنی نماز روزہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے علاوہ مسلمان ہونے کیلئے مسلمانوں کا خیر خواہ ہونا بھی مسلمان ہونے کیلئے شرط تھی) لہذا میں نے آپ ﷺ سے اسی شرط پر بیعت کی۔ (بخاری)

مرمی چیزیں

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”انسان کے اندر یہ چیزیں نہایت مردی ہیں: بخلی جو ہلاک

جنگ کرو تو صبر کرو اور یقین جانو کہ جنت تواروں کی چھاؤں کے نیچے ہے۔

والدین کی خدمت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر جہاد کی اجازت مانگنے لگا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟“ اُس نے کہا، ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آن کی اطاعت میں کوشش کر۔“ (بخاری)

تین نیکیاں

حضرت ابو موسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تیدی چہزرواد، بھوکے کو کھانا کھلاو اور مریض کی بیماری کرو۔“ (بخاری)

مسکینوں کی امداد کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بیوہ اور مسکین کیلئے کوشش اور امداد کرنے والا خدا کے راستے میں جہاد کرنے والے رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی مانند ہے۔“

بوڑھوں پر عنایت

”خ“ کم کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے بوڑھے اور نبی بابا پ ابو قفافؓ کو بیعت کیلئے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لائے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔“

بچوں پر شفقت

جب آنحضرت ﷺ بچوں کے قریب سے گزرتے تو ان کو خود اسلام علیکم کیا کرتے۔ ان کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے اور انہیں گود میں آٹھا لیتے۔

جھگڑا الودا ہے

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ”اللہ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے نہ اور قابل نفرت جھگڑا الودا ہے۔“

جہاد

(۱) زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے خدا کے راستے میں لڑنے والے کو سامان دیا، اس نے گویا خود جہا دکیا۔“

(۲) ریچ بن معوذؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتی تھیں۔ قوم کو پانی پلاتی تھیں۔ آن کی خدمت کرتی تھیں اور زخمیوں اور مقتولوں کو مدینہ واپس لاتی تھیں۔

مجاہدین کو نصیحت

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسلامی انگریز کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اللہ کے نام سے اُس پر بھروسہ کر کے دین اسلامی کی حمایت کیلئے روانہ ہو جاؤ۔ کسی بڑھے، کسی بچے اور کسی عورت کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ قیمت میں چوری نہ کرنا۔ اتفاق کے ساتھ پہلے غیمت جمع کر لینا بعد میں سچ طریقے سے سب کے حقوق کا خیال رکھ کر آپ میں تقسیم کر لینا۔ ہر معاملہ کو ضبط و تحمل سے سلجنانا۔ آپ میں صلح و صفائی سے رہنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکتا ہے۔“ (ابوداؤد)

عورت کو قتل نہ کرنا

(۱) حضرت رباح بن ریچؓ فرماتے ہیں ایک لڑائی میں میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے چند ساہیوں کو ایک مقام پر جن دیکھ کر پوچھا کہ کیا بات ہے جواب ملا کہ ایک عورت قتل ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اس دستے کے سردار حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم بھیجا کہ ”آئندہ کسی عورت اور کسی مزدور کو ہرگز قتل نہ کیا جائے۔“

(۲) حضرت عبداللہ بن ابی اویؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم ڈشمن سے

بدگانی میں تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ بے نبیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ اور وہ کسے عیوب ٹلاش نہ کرو۔ آپ میں شخص نہ رکھو۔ کسی سے زور دانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندوآپیں میں بھائی بھائی بن کر رہو جیسا کہ تم سب اللہ کے بندے ہو۔

حیوانات سے ہمدردی

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص سفر کر رہا تھا اسے بیاس گئی۔ اس نے ایک کنوں دیکھا جس میں اتر کر اس نے پانی پیا۔ جب باہر کلا تو اس نے ایک گنچ کو دیکھا جو بیاس کے مارے زبان باہر نکالے ہاں پر رہا تھا۔ اس نے کہا گئے کوئی ایسے ہی بیاس گئی ہے جیسے مجھے لگتی ہے۔ وہ پھر کنوں میں اتر اور اپنا موزہ پانی سے بھر کر باہر لایا اور گنچ کو پانی پلایا۔ خدا نے اس کے اس عمل کو قول فرمایا کہ اس کے گناہ بخش دیئے۔ صحابہ اکرامؓ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا حیوانات پر حرم کرنے سے بھی ثواب ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہر جاندار کے متعلق تم کو اجر ملے گا۔“

خدا کے سایہ میں کون ہوگا

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن کہیں سایہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ سات قسم کے آدمیوں کو اپنے رحمت کے سایہ میں لے گا۔ (۱) با دشاد عادل (۲) وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت کی (۳) وہ شخص جو تھامی میں خدا کو یاد کرتا ہے (۴) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے (۵) وہ شخص جو کسی سے محض اللہ کیلئے محبت رکے (۶) جو خدا کے خوف سے زنا سے بچے (۷) وہ شخص جو مجنی طور پر خیرات کرئے یہاں تک کہ اس کے باشیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ دائیں نے کیا دیا۔“

بیوی سے حُسن سلوک

(۱) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم لوگوں میں سب سے اچھا ہے جو اپنے اہل (کنبہ اور بیوی) کیلئے اچھا ہو۔ اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل کیلئے اچھا ہوں۔“

(۲) نبی کریم ﷺ ہر ایک شوہر کیلئے تاکید فرمایا کرتے تھے کہ: ”وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش نماق ہو۔“ اور حضور اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو خود السلام علیکم فرمایا کرتے۔

آداب و تواضع

حضور نبی کریم ﷺ کسی مجلہ میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ کو ملتا تو پہلے اسے سلام فرماتے۔ معاشرے کیلئے پہلے خود ہاتھ بڑھاتے۔ کسی کی پات کو قلع نہ کرتے۔ اکثر متبہ رہتے۔ اگر کوئی شخص کسی ضرورت کیلئے آتا تو تمام کام چھوڑ کر اس کی ضرورت پوری فرماتے۔

(۲) حضرت عائشہ صدیقۃؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کو کوئی گھر کا آدمی یا صاحبی بلاتا تو آپ ﷺ اس کے جواب میں لیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے۔

و شمنوں پر حِزم

(۱) مکہ میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیان بن حرب جو ان دنوں اسلام اور رسول کریم ﷺ کا سخت ذمہ تھا، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ لوگوں کو تراہت داروں سے نیک سلوک کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ دیکھئے آپ ﷺ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ خدا سے بارش کیلئے دعا کیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی اور اس قدر بارش ہوئی کہ قحط جاتا رہا۔

(۲) جنگ أحد میں کافروں نے نبی کریم ﷺ کے دانت مبارک شہید کئے اور آپ ﷺ کو رُختی کیا۔ صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا ان کے حق میں بدؤ عاف فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں لعنت کرنے کیلئے نہیں بیجوگا گیا۔ اس کے بعد یہ دعا فرمائی، اے اللہ امیری! اس قوم کو ہدایت دے یہ سمجھ نہیں رکھئے۔“

ہمسایہ سے نیک سلوک

جو شخص خدا پر قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دے اور جو شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہماں کی حمت کرے۔ (حدیث بنوی ﷺ)

اخلاقِ رذیلہ

نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”خبردار ابدگانی کو اپنی عادت نہ بناؤ۔“

لیں تو ان کو بتاؤ کہ خدا نے ان پر صدقہ بھی فرض کیا ہے۔ جو ان کے امراء سے لے کر ان کے فقراء پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر وہ اس کو بھی تسلیم کر لیں تو ان کے بہترین مال کو نہ چھوڑتا۔ اور مظلوم کی بذخواستے پر کیونکہ اس میں اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

گالی دینا

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: ”سب گناہوں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔“ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نے آدمی اپنے والدین پر کس طرح لعنت کرتا ہے۔ فرمایا: ”ایک آدمی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اُسی طرح اس کے باپ اور اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔“ (بخاری)

زرمی کرنا

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ اپنے تمام امور میں زرمی کو پسند کرتا ہے۔“

کسی کو کافرنہ کہو

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سناتے کہ: ”کوئی شخص دوسرے کو فاقن نہ کہہ اور نہ کوئی دوسرے کو کافر کہے۔ کیونکہ اگر اس نے کہا اور جس کو کہا گیا وہ ایسا نہیں تو یہ الفاظ کہنے والے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔“ (بخاری)

چغل خوری

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ”جنت میں چغل خور داخل نہ ہو گا۔“

حسد اور بغش

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ باہم بغش اور حسد نہ رکھو اور ایک دوسرے کو پشت نہ دو

رات کے وقت سلام اتنی آہستہ آواز سے فرماتے کہ اگر بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور اگر سوگنی ہو تو جاگ نہ پڑے۔

(۳) مکملہ میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ”بیوی کو لوٹدی کی طرح اراحتہ کرو۔“

فووج جرنیلوں کو حکم

آنحضرت ﷺ جب کبھی جرنیل کو کسی ہم پر بھیجتے تو فوج کے جرنیل کو یہ تاکید کی جاتی کہ کسی بوڑھے کوئی پچھے نہ کسن کو اور عورت کو ہرگز کسی حالت میں بھی قتل نہ کیا جائے۔

ڈشمنوں سے سلوک

اسلام سے پہلے یہ دستور تھا کہ جنگ میں جب ڈشمن کو گرفتار کر لیتے تو اسے کسی چیز سے باندھ کر تیر یا تکوڑا کا نشانہ بناتے۔ ایک دفعہ حضرت خالدؑ کے لڑکے عبدالرحمٰن نے ایک لڑائی میں چند آدمیوں کو گرفتار کر کے اس طرح قتل کیا۔ حضرت ابوالیوب انصاریؓ نے سنا تو کہا ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ اس سے منع فرماتے تھے۔ خدا کی قسم میں مرغ کو بھی اس طرح مارنا جائز نہیں سمجھتا۔ عبدالرحمٰن نے اسی وقت کفارہ گناہ کے طور پر چار غلام آزاد کئے اور اس غلطی پر توبہ و استغفار کی۔

جنگی قیدیوں سے سلوک

آنحضرت ﷺ نے جنگی قیدیوں کے متعلق تاکید فرمائی کہ قیدیوں کو تکلیف نہ دی جائے۔ چنانچہ جب بدر کے اسیروں کو آپ ﷺ نے صحابہ اکرامؓ کے سپرد فرمایا تو انہیں تاکید فرمائی کہ انہیں کمانے پینے کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ چنانچہ صحابہ اکرامؓ خود بھوریں کھا کر گزارہ کرتے گر قیدیوں کو اچھا کھانا کھلاتے۔

حاکموں اور عاملوں کو ہدایت

نبی کریم ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کے ایک علاقہ کا قاضی بنا کر بھجا تو ان کو وصیت فرمائی کہ: ”تم اہل کتاب کے پاس جاتے ہو۔ پہلے ان کو کلمہ توحید کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے قبول کر لیں تو ان کو بتاؤ کہ خدا نے رات اور دن میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان

ارشاد فرمایا: ”خدا کا تقویٰ اور خوش خلقی“۔ پھر پوچھا کہ کوئی چیز دوزخ میں لے جائے گی۔ ارشاد ہوا ”منہ اور شرمنگاہ یعنی بذریبائی اور بدکاری“۔ (ترمذی)

غیبت سے پچ

ایک دفعہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا غیبت کے کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”تم اپنے بھائی کے ایسے عیب بیان کرو جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔“ عرض کیا اگر اس میں درحقیقت وہ عیب ہوں؟ فرمایا: ”اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں تو تم نے اس پر بہتان پاندھا۔“ (ترمذی)

کارہائے ثواب

ترمذی میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بھولے بھکوں کو راہ دکھانا، اندھے کو راستہ بتانا، راستے سے پھر کائنات پڑی وغیرہ کاہنا اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈالنا تم لوگوں کیلئے کارثواب ہے۔“

پسندیدہ کلام

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”دو کلمے رحمان کو پیارے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں لیکن میزانِ عمل میں بخاری ہیں: شُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ شُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔“

اور تم اللہ کے بندے سب بھائی بھائی ہو جاؤ۔ اور کسی مسلمان کیلئے یہ درست نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن کلام نہ کرے۔ (بخاری)

سچ بولنا

حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ”سچائی جنت کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدقیق بن جاتا ہے۔ اور جھوٹ بدکاری کی جانب ہدایت کرتا ہے۔ اور بدکاری دوزخ کی طرف۔ اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب ہو جاتا ہے۔“

خوش خلقی

قیامت کے دن ایک مسلمان کے ترازو میں خوش خلقی سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہ ہو گی۔ کیونکہ خدا بذریبائی اور بدکو شخص سے بغضہ رکھتا ہے۔ (ترمذی)

عفت

(۱) مرد مرد کی شرمنگاہ کو اور عورت عورت کی شرمنگاہ کو نہ دیکھے۔ اور مرد ایک کپڑے میں مرد کے ساتھ اور عورت ایک کپڑے میں عورت کے ساتھ نہ سوئے۔ (ترمذی)
(۲) جو عورت اپنے گھر کے علاوہ کسی اور کے گھر میں کپڑا اٹارتی ہے تو وہ اس پر دے کوچاک کر دلتی ہے جو اس کے اور اس کے خدا کے درمیان حائل ہے۔

تعصب سے بچو

ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے تعصب کی حقیقت پوچھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تعصب کے متنی یہ ہیں کہ تم ظلم پر اپنی قوم کی اعانت کرو۔“ (ابوداؤد)

تقویٰ اور خوش خلقی

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کوئی چیز لوگوں کو جنت میں لے جائے گی۔ آپ ﷺ نے